PDFBOOKSFREE.PK

PDFBOOKSFREE.PK
SCAN BY
MUHAMMAD ARSHAD

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

لکشمی دیوی کا انتقام

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

پیارے دوستو،

ناگ اور عنبر اس وقت سلطان ٹیپو کے محل کی بیٹھے ہیں — رات کا وقت ہے — کوٹھڑی کی کھڑکی ہیں — ڑ گیا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی نکلی ہوئی ہے — ابھی ابھی ناگ کو کھڑکی کی سلاخوں سے ساتھ لگا ہوا قبر نما انسان دکھائی دیا تھا — یہ ایک ایسا انسان ہے جس کی گردن پر انسانی سر کی جگہ قبر کا کتبہ لگا ہوا ہے اور جو ناگ کی تلاش میں جزیرہ نکش دیپ کے قبرستان سے چل کر یہاں آیا ہے — وہ ناگ کی گردن کاٹنا چاہتا ہے تاکہ اس کا اپنا سر اسے واپس مل جائے — ناگ اس خیال سے قبر نما انسان کی تلاش میں جنگل میں نکل آتا ہے کہ وہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا — مگر وہ قبر نما انسان سے آمنا سامنا ہوتا ہے — ایک حیرت انگیز بات سامنے آتی ہے — وہ کیا بات تھی؟ یہ آپ ورق الٹیے اور خود پڑھیے — تو زیادہ لطف آئے گا

اے حمید

ترتیب و پیشکش

محمد ارشد

پاکستان ورچوئل لائبریری

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اول : ۱۹۸۱ء
تعداد : دو ہزار
قیمت : چار روپے
[illegible]
مطابع : [illegible]

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب :

- ناگ کا سر لاؤ
- طوفان کی رات
- کفن چور
- حویلی میں ڈاکا
- لکشمی دیوی کا انتقام

ناگ کا سر لاؤ

ناگ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ سوچنے لگا کہ یہ قبر نما انسان اس کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے اور اسے کس لیے مارنا چاہتا ہے۔ اس نے عنبر سے پوچھا کہ قبر نما انسان کس طرف گیا ہے۔ عنبر نے کھلی کھڑکی میں سے باہر پھیلی ہوئی چاندنی کی طرف اشارا کر کے بتایا کہ قبر نما انسان درختوں میں غائب ہو گیا ہے پھر وہ ناگ کے پاس آ کر بولا:

"وہ تمہاری تلاش میں آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے کسی دشمن نے اسے تمہارے پیچھے لگا دیا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"میرا یہاں دشمن کون ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہ لگتی ہے کہ وہ کسی ایسے انسان کی کھوج میں ہے جو سانپ ہو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ شاید تمہارا سر کاٹ کر اپنے سر پر لگانا چاہتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تو پھر کیوں نہ پہلے ہی اس کا سر کاٹ ڈالوں"

"اس کا تو سر ہی نہیں — سر کی جگہ تو قبر کا پتھر لگا ہے"

عنبر کے جواب میں ناگ بولا:

"میں اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دوں گا — تم اس کوٹھڑی میں ٹھہرو میں ابھی جا کر قصہ ہی ختم کر دیتا ہوں"

اور ناگ غصے سے اٹھا — ایک گہرا سانس لے کر سانپ بنا اور پھنکاریں مارتا کوٹھڑی کی سلاخوں میں سے باہر نکل گیا۔

چاروں طرف جنگل کے درختوں میں قلعے کے آس پاس چاندنی پھیلی ہوئی تھی — ناگ کو قبر نما انسان کی ایک طرف سے بو آئی۔ وہ اس طرف رینگنے لگا — چاند کی روشنی میں وہ ہر شے دیکھ رہا تھا۔ کیکر کے درختوں میں ناگ کو ایک سایا ہلتا دکھائی دیا — وہ اس طرف رینگنے لگا۔ سایا درختوں سے نکل کر سامنے آگیا —

یہ وہی بھوت یعنی قبر نما انسان تھا۔

وہ ناگ کو اپنے سامنے دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر اس کا بھرکس نکالنے کے لیے اس کی طرف بڑھا — ناگ بھی غافل نہیں تھا — وہ تو پہلے ہی سے ہوشیار ہو کر آیا تھا — جونہی قبر نما انسان نے اپنا لمبا پاؤں اس کی گردن پر رکھنا چاہا — ناگ تڑپ کر پرے ہٹ گیا اور ایک پھنکار مار کر سیاہ کالا ہاتھی بن گیا۔ اس نے اپنی سونڈ اٹھا کر لہرائی اور اس سے پہلے کہ قبر نما انسان سنبھل سکے اپنی سونڈ سے حملہ کر دیا — اس کی سونڈ قبر نما انسان کی گردن کو چھوتی ہوئی نکل گئی — ناگ دوسری بار حملہ کرنے کے لیے پیچھے ہٹا تو قبر نما انسان نے درختوں کی طرف بھاگ کر ایک گڑھے میں چھلانگ لگا دی — ناگ ہاتھی کی شکل میں لپک کر گڑھے کی طرف بھاگ کر ایک گڑھے کی طرف آگیا۔ اور جھک کر گڑھے میں دیکھنے لگا —

کمال کی بات یہ تھی کہ گڑھا خالی تھا، بالکل خالی — نہ جانے وہ قبر نما انسان کہاں گم ہو گیا تھا — ناگ فوراً انسان کی شکل میں آگیا — اس نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ گڑھا اصل میں قلعے کے پاس بنی ہوئی کوئی پرانی قبر تھی جو ڈھے چکی تھی —

قبر نما انسان اسی قبر میں چھلانگ لگا کر گم ہو گیا تھا — ایسا لگتا تھا کہ قبریں اسے جگہ دے دیتی تھیں — قبر میں جاتے ہی وہ غائب ہو جاتا تھا۔ ناگ پیچھے مڑا اور ایک بار پھر سانپ کی شکل میں آکر کوٹھڑی میں سے گزرتا ہوا عنبر کے پاس آگیا اور ساری کہانی بیان کر دی۔ عنبر نے بھی یہی کہا کہ وہ قبر نما انسان کوئی زبردست قسم کا جادوگر یا کسی جادوگر کی روح ہے جو سخت مشکل میں پھنس گئی ہے اور ناگ کے سر کی تلاش میں ہے۔

اب انہیں سونے کی ضرورت نہیں تھی — اس طرح کبھی قبر نما انسان کے بارے میں اور کبھی ماریا کے بارے میں باتیں کرتے رات گزر گئی۔ دن نکل آیا قلعے کے اوپر بگل بجا کر سورج کے نکلنے کا اعلان کیا گیا — انگریزی فوجوں کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیمپ میں بھی بگل بجا کر خبردار کر دیا گیا — انگریزی فوج پہلے ایک بار قلعے پر حملہ کر چکی تھی، مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا — کیونکہ قلعے کی دیوار بہت اونچی تھی اور سیدھی تھی — مغرب کی جانب قلعے کی دیوار شہر کی دیوار سے ملی ہوئی تھی اور اسی جگہ سے انگریزی فوج کسی طرح دیوار توڑ کر قلعے پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہو رہی تھی —

دوسرے دن ناگ اور عنبر کو سپہ سالار سے ملایا گیا جو ناگ اور عنبر کو خوش ہو کر ملا اور پوچھا کہ وہ کس قسم کا جادو جانتے ہیں —

ناگ نے کہا:

"ہم کوئی جادوگر نہیں ہیں جناب، ہم تو سیاح ہیں اور سلطان ٹیپو چونکہ انگریزوں کے خلاف جہاد کر رہا ہے — اس لیے ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس کی فوج میں شامل ہو کر اس کی مدد کریں۔"

سپہ سالار نے بھنویں اوپر کھینچ لیں اور بولا:

"مگر تم لوگ دشمن کے جاسوس بھی ہو اور تم میں سے ایک لڑکا جادو کے زور سے غائب ہو گیا تھا — یہ کیا بات ہے — تم میں سے کون غائب ہوا تھا؟"

ناگ نے کہا،

"میں غائب نہیں ہوا تھا بلکہ سفید عقاب بن گیا تھا۔"

سپہ سالار نے پوچھا:

"کیا تم اب عقاب بن سکتے ہو؟"

"بن سکتا ہوں، مگر بنوں گا نہیں، کیونکہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

سپہ سالار کو غصہ آ گیا — یہ اس کی بے عزتی تھی — اس نے دانت پیس کر کہا:

"میں تمہیں ایسی جگہ بند کر دوں گا جہاں سے تم غائب ہو کر بھی باہر نہیں نکل سکو گے۔"

عنبر نے بیچ میں آ کر کہا:

"آپ ہم سے کس لیے ناراض ہو رہے ہیں؟ اور یہ جو آپ بار بار ہم پر جاسوسی کا الزام لگا رہے ہیں، یہ بالکل غلط ہے — ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم آپ کے خیر خواہ ہیں — ہمیں معلوم ہے کہ اس جنگ میں ......"

ابھی یہ فقرہ عنبر کے منہ میں ہی تھا کہ ناگ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا —

"نہیں عنبر، تم آنے والے زمانے کے حالات نہیں بتا سکتے۔"

"کیا ہونے والا ہے اس جنگ میں؟" سپہ سالار نے کڑک کر پوچھا۔

ناگ کو سخت غصہ آ گیا۔ سپہ سالار اتفاق سے کمرے میں اکیلا ہی — ناگ نے آگے بڑھ کر سپہ سالار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"کیا تم مسلمان ہو — تم مسلمان لگتے نہیں ہو۔ اگر ہو تو میری

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بات غور سے سنو۔۔۔ ہم سلطان معظم ٹیپو سلطان کے خیر خواہ ہیں۔۔۔ ہم اسے ہر آفت سے بچانا چاہتے ہیں اور تم یہ بات کان کھول کر سُن لو کہ ہم کوئی معمولی انسان نہیں ہیں۔۔۔ ہم اگر چاہیں تو ساری انگریزی فوج کو ابھی تہس نہس کر کے رکھ دیں۔۔۔ مگر ہم ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے"

سپہ سالار کو عقل ہی نہیں آرہی تھی۔۔۔ وہ اب بھی ناگ اور عنبر کو جاسوس سمجھ رہا تھا۔۔۔ ناگ کے ہاتھ کو جھٹک کر بولا:

"تم بکواس کرتے ہو"

اب تو ناگ برداشت نہ کر سکا۔۔۔ ایک دم سے تڑپ کر کالا سانپ بن گیا اور پھن اٹھا کر پھنکارتا ہوا سپہ سالار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عنبر نے اسے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔۔۔

"نہیں ناگ، یہ سپہ سالار ہے۔۔۔ سلطان کی فوج کا سپہ سالار ہے"

ناگ پھر سے انسان بن کر سامنے آگیا۔۔۔ سپہ سالار کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔۔ اس نے ابھی ابھی جو کچھ دیکھا تھا وہ اُس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔ اب اسے یقین آگیا تھا کہ یہ لوگ کوئی بہت بڑے جادوگر ہیں اور ان سے دشمن کی فوج کے خلاف جاسوسی کا زبردست کام لیا جا سکتا ہے۔ اس نے ناگ اور عنبر سے دوبارا ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"دوستو، مجھے یقین آگیا کہ تم جادوگر ہو۔۔۔ بہرحال میں سلطان معظم سے تمہاری ملاقات کروانے کی پوری کوشش کروں گا۔ وہ تم سے مل کر خوش ہوں گے"

سپہ سالار کے حکم سے ناگ اور عنبر کو قلعے کی دوسری منزل کے ایک شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔۔۔ یہ کمرہ خوب صورت تھا اور دیوار پر بھی قالین لگا تھا۔ کھڑکی نیچے قلعے کی کھائی کی جانب کھلتی تھی۔ کھائی سے آگے میدان تھا پھر شہر کا قبرستان اور اس کے بعد شہر کی دیوار آجاتی تھی جس کی دوسری جانب فوج حملے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔

دوپہر کے کھانے پر عنبر اور ناگ کو شیر میسور سلطان ٹیپو کے سامنے پیش کیا گیا۔۔۔ سلطان اس وقت اپنے کمرۂ خاص میں درباریوں اور امیروں کے ساتھ بیٹھا جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔۔۔ عنبر اور ناگ ایک طرف ادب سے کھڑے ہو گئے۔۔۔ دیوار پر شیر کی کھالوں سے بنا ہوا بڑا قالین لٹک رہا تھا۔ ایک میز پر تانبے کا شیر ایک انگریز فوجی کو چیر پھاڑ رہا تھا۔۔۔ یہ شیر خاص طور پر ٹیپو نے بنوایا تھا جو ایک انگریز کو کھا رہا تھا۔ آج کل تانبے کے شیر کا یہ مجسمہ لندن کے عجائب گھر میں ہے۔۔۔

سلطان ٹیپو اپنے سپہ سالار اور دوسرے جنگی جرنیلوں سے انگریزی فوج کے محاصرے اور ان پر حملہ کرنے کے بارے میں مشورے کر رہا تھا۔۔۔ عنبر اور ناگ نے محسوس کیا کہ سلطان ٹیپو شیر کی طرح بہادر، پھرتیلا اور بے خوف تھا۔۔۔ اس کے بائیں جانب ایک دبلا پتلا مکار قسم کا آدمی کھڑا تھا۔۔۔ عنبر نے ایک درباری سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔۔۔ اس نے آہستہ سے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ وزیر خزانہ میر صادق ہیں۔"

عنبر اور ناگ نے چونک کر میر صادق کی طرف دیکھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے سلطان ٹیپو کے ساتھ غداری کی تھی اور قلعے کی دیوار کا خفیہ دروازہ انگریزوں کے لیے کھول دیا تھا، جس کے بعد انگریزوں کی فوج قلعے کے اندر گھس آئی اور سلطان اسی جگہ دشمن سے لڑتا لڑتا شہید ہوگیا تھا۔ ناگ نے آہستہ سے عنبر کے کان میں کہا:

"میں اس شخص کو ہلاک کر دوں گا تاکہ سلطان ٹیپو شہید نہ ہو۔"

عنبر نے ہولے سے کہا:

"تم ایسا نہیں کرسکتے۔ تاریخ غلط ہو جائے گی۔ سارے واقعات تہس نہس ہو جائیں گے۔ دنیا کا سارا نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

سلطان ٹیپو پلٹ کر عنبر اور ناگ کی طرف دیکھا۔ شاید اس نے عنبر کی سرگوشی کی آواز سن لی تھی۔ عنبر نے محسوس کیا کہ سلطان کی آنکھوں سے مقناطیسی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ سلطان نے پوچھا:

"یہ لوگ کون ہیں؟"

سپہ سالار نے ادب سے کہا:

"سلطان معظم! یہ وہی جادوگر جاسوس ہیں جن کے بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کی تھی۔"

"جاسوس!" سلطان شیر کی دھاڑا۔

اس پر عنبر نے ادب سے جھک کر کہا:

"سلطان معظم! یہ ہم پر گناہ کا الزام ہے۔ ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہم دونوں دوست ہیں۔ دنیا کی سیر پر نکلے ہیں۔ میں جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتا ہوں۔ میسور میں داخل ہوئے تو انگریزوں نے پکڑ لیا۔ ان سے جان چھوٹی تو آپ کی فوج نے پکڑ لیا۔ ویسے ہماری خواہش تھی کہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو۔"

سلطان ٹیپو نے سپہ سالار سے کڑک کر کہا:

"ان کو قید میں ڈال دو۔"

وہاں بھلا کون بول سکتا تھا۔ دو سپاہیوں نے عنبر اور ناگ کو پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے اور قلعے کی کال کوٹھڑی میں لا کر ڈال دیا۔ یہ کال کوٹھڑی تہہ خانے میں تھی اور یہاں ہر وقت باہر پہرہ لگا رہتا تھا۔ آدھی رات کو توپوں کی آوازیں آنے لگیں۔ معلوم ہوا کہ انگریزی فوج نے رات کو قلعے کی فصیل پر حملہ کر دیا ہے۔ کتنی دیر دونوں طرف سے توپیں چلتی رہیں۔ سپاہیوں کی چیخ و پکار کی آوازیں آتی رہیں۔ عنبر اور ناگ تہہ خانے میں بیٹھے یہ آوازیں سنتے رہے۔

"اب کیا کریں عنبر بھائی! کیا مشورہ ہے تمہارا! کیا سلطان ٹیپو سے اصل بات کہہ دیں کہ ہم کون ہیں اور اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔"

عنبر بولا:

"نہیں نہیں ناگ، ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہمیں تاریخ کے واقعات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سامنے خاموش رہنا ہوگا — نہیں ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ ہم تاریخ کا رخ موڑ دیں، کیونکہ جو واقعات اس وقت یہاں ہو رہے ہیں، وہ ایک بار ہو چکے ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں یہی لکھا جا چکا ہے کہ سلطان ٹیپو شہید ہو گیا تھا اور میسور کے قلعے پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"تو پھر کیا ہم اس تہ خانے میں ہی قید رہیں گے۔ دریا پر جا کر ماریا کو تلاش نہیں کرنا؟"

"ہم یہاں زیادہ دیر نہیں رہیں گے — گھبراؤ نہیں — مجھے کچھ سوچنے دو۔"

پھر کچھ سوچ کر عنبر بولا:

"کیا خیال ہے، اگر ہم یہاں سے نکل کر سیدھا دریا پر چلے جائیں اور ماریا کو تلاش کریں۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں — میں ابھی تہ خانے کے پہرے داروں کو ٹھکانے لگا کر دروازہ کھولتا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں نہیں، یہ بے گناہ ہیں۔ انہیں مارنا نہیں — تم انہیں بے ہوش کر دو اور جا کر دروازہ کھول دو۔ کیونکہ یہاں ہماری کوئی نہیں سنے گا — میر صادق نے سلطان ٹیپو کے سارے محل پر اپنا اثر ڈال رکھا

ہے۔"

ناگ نے تہ خانے کے لکڑی کے مضبوط دروازے کو دیکھا دروازے کے اوپر ایک چھوٹی سی طاقچی تھی جو اندر ہوا آنے کے لیے رکھ چھوڑی تھی — ناگ نے گہرا سانس لیا اور سانپ بن کر رینگتا ہوا اس طاقچی میں سے باہر نکل گیا — باہر جاتے ہی اس نے گردن اٹھا کر دیکھا — دیوار کے طاق میں شمع روشن تھی۔ ایک پہریدار دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے سو رہا تھا — ناگ آہستہ سے رینگتا ہوا اس کی گردن کے پاس آیا اور اس کی گردن پر ڈس کر تھوڑا سا زہر اس کے خون میں شامل کر دیا — اس کے ڈستے ہی پہریدار ہڑبڑا کر اٹھا اور اپنی گردن پر ہاتھ رگڑنے لگا — اس کا خیال تھا کہ کوئی مچھر اسے کاٹ گیا ہے — ناگ کونے میں چھپا اس کے بے ہوش ہونے کا انتظار کر رہا تھا — تھوڑی ہی دیر بعد پہریدار نے ایک چکر کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا — ناگ نے اسی وقت انسان کی شکل اختیار کی اور پہرے دار کی جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھول دیا — عنبر باہر آ گیا —

"اب کس طرف چلیں؟" عنبر نے پوچھا —

ناگ اندھیرے میں ایک طرف دیکھ کر بولا:

"میرا خیال ہے، ادھر کو ایک ہی راستہ ہے۔ اسی پر چل کر دیکھتے ہیں — کہیں نہ کہیں تو باہر نکلے گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا :

" مگر یاد رکھنا ہوگا کہ ہم کسی سپاہی کو یوں ہی نہیں ماریں گے"

دونوں پتھر کی سیڑھیوں سے ہو کر ایک غلام گردش میں آ گئے۔ یہاں بھی ایک جگہ دیوار میں مشعل جل رہی تھی — وہ آگے بڑھتے چلے گئے — غلام گردش ختم ہوئی تو لوہے کی سلاخوں والا دروازہ سامنے آ گیا — یہاں کوئی پہرے دار تو نہیں تھا، لیکن تالا لگا ہوا تھا۔ عنبر نے سلاخوں کو ایک طرف موڑ دیا — اتنی جگہ بن گئی کہ آدمی باہر نکل سکے — دونوں دوست باری باری وہاں سے نکل گئے — ایک دالان میں ستونوں کے نیچے محراب دار چھت پڑی تھی — جوں ہی عنبر اور ناگ اس کی طرف بڑھے، وہاں سے ایک چیتا دھاڑ مار کر ان پر ٹوٹ پڑا، لیکن وہ لوہے کی مضبوط زنجیر سے بندھا ہوا تھا — ناگ اور عنبر پیچھے ہٹ گئے اور ایک طرف کو جاگے، مگر چیتے کی دھاڑ نے سب کو بیدار کر دیا تھا — چاروں طرف سے سنگینوں اور تلواروں والے سپاہیوں نے آ کر ان کو گھیرے میں لے لیا — عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا :

" ہم مقابلہ نہیں کریں گے — بس تم خاموش رہو"

دونوں کو اسی وقت سپہ سالار کے سامنے پیش کیا گیا۔ سپہ سالار نے انہیں دیکھتے ہی کہا :

" تم نے فرار ہونے کی کوشش کر کے غلطی کی — یہاں سے نکلنا ناممکن ہے"

ناگ نے کہا :

" یہ مت کہیں کہ ناممکن ہے — ہم جب اور جس وقت چاہیں یہاں سے نکل سکتے ہیں، لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے — میرے دوست عنبر نے مجھے منع کر دیا ہے"

عنبر کہنے لگا :

" آپ ایسا کریں کہ ہمیں سلطان سے ایک بار پھر ملا دیں"

سپہ سالار نے کہا :

" سلطان کو یقین ہے کہ تم لوگ جادوگر جاسوس ہو۔ وہ تم سے نہیں ملے گا — اس لیے بہتر یہی ہے کہ قید میں کم از کم اس وقت پڑے رہو جب تک کہ جنگ ختم نہیں ہوتی"

ناگ غصے میں آ کر کہنے لگا :

" تم لوگ کون ہوتے ہو ہمیں قید کرنے والے۔ ہمیں بڑے بڑے فرعون قید نہ کر سکے"

سپہ سالار بھی طیش میں آ گیا — کڑک کر بولا :

" تم جتنا چاہے جادو کر لو، مگر یہاں سے باہر نہیں نکل سکو گے"

اب ناگ سے صبر نہ ہو سکا — اس نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا :

" میں اب برداشت نہیں کر سکتا"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے اپنی صدری کی جیب سے سانپ کا مہرہ نکالا اور منہ میں رکھ کر غائب ہو گیا — سپہ سالار اور اس کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سپاہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ناگ کو ڈھونڈنے لگے کہ کہاں چلا گیا۔ ناگ اڑ کر چھت کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ پھر اس نے دونوں بازو ہلاتے ہوئے۔ آہستہ آہستہ اُڑنا شروع کر دیا اور قلعے کے دالان سے نکل کر شاہی محل میں آ گیا۔ رات کا وقت تھا، وہاں چاروں طرف بڑا زبردست پہرہ لگا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ محل کی دیوار کے ساتھ دو آدمی جھک کر ایک جگہ سے دیوار کو توڑنے کی کوشش کر رہے تھے ناگ اڑتا اڑتا ان کے اوپر آ گیا۔ یہ دونوں ہندوستانی تھے اور ایک کدال سے دیوار میں سے پتھر نکال رہے تھے۔ ناگ نے لپک کر ان دونوں کو گردنوں سے دبوچ کر اوپر اٹھا لیا اور پھر زور سے نیچے پھینک دیا۔ وہ گرتے ہی مر گئے۔

ناگ سمجھ گیا تھا کہ یہ دونوں غدار ہیں اور دشمن کو شاہی قلعے میں گھسنے کا موقع دینے کے لیے دیوار میں شگاف کر رہے ہیں۔ وہاں سے ناگ سیدھا سلطان ٹیپو کے کمرۂ خاص کی طرف اڑ گیا۔ اس کے کمرے میں شمع جل رہی تھی۔ کھڑکی کھلی تھی۔ ناگ کھڑکی میں سے اڑتا ہوا اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ شیرِ میسور سلطان ٹیپو ایک خفیہ جنگی نقشے پر بستر میں لیٹا غور کر رہا ہے۔

ناگ نے اس کے قریب جا کر سانپ کا مہرہ منہ سے نکال لیا اور ظاہر ہو گیا۔ جوں ہی سلطان ٹیپو نے اچانک ناگ کو اپنے پاس دیکھا، تو چونک کر اپنا خنجر سرہانے کے نیچے سے نکال لیا۔

"تم یہاں کیسے آ گئے؟"

ناگ نے ادب سے جھک کر سلام کیا اور کہا:

"سلطان معظم، آپ جانتے ہیں کہ میں جادوگر ہوں۔ میں جادو کے زور سے جہاں چاہوں جا سکتا ہوں۔ اس وقت آپ سے صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہم جب چاہیں یہاں آپ کی قید سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ مگر ہم آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ کم از کم میں ضرور آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ جاسوس اس وقت آپ کے قلعے کی دیوار میں شگاف ڈال رہے تھے۔ میں نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ آپ خود چل کر موقع پر ان کی لاشیں دیکھ سکتے ہیں۔"

سلطان ٹیپو اٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا۔ باہر ایک نگاہ ڈالی۔ پھر ناگ کی طرف پلٹ کر بولا:

"تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ دشمن کو باہر سے کتنی مدد آ رہی ہے؟"

ناگ کو وہ خفیہ نقشہ یاد آ گیا جو عنبر نے جنرل نکلسن کے حوالے کیا تھا۔ وہ نقشہ اور اس میں لکھی ہوئی خفیہ تحریر ناگ نے پڑھ لیے تھے۔ اس نے سوچا کہ اب جبکہ جنرل نکلسن کی امانت اس کے حوالے کر دی گئی ہے۔ سلطان ٹیپو کو بتا دینا چاہیے کہ پنجاب سے انگریزوں کو بھاری تعداد میں فوج اور اسلحہ آ رہا ہے۔ ناگ نے سلطان کی طرف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیکھ کر ادب کے ساتھ کہا :

"سلطان معظم، جنرل نکلسن کو پنجاب سے فوج آ رہی ہے اور گولا بارود بھی آ رہا ہے — یہ بات مجھے انگریزی کیمپ سے معلوم ہوئی تھی۔"

سلطان نے چونک کر ناگ کو دیکھا —

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں سلطان معظم، لیکن ....."

ناگ کے منہ سے نکلنے ہی لگا تھا، "لیکن آپ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا — کیونکہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور تاریخ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کو شکست ہو گی اور آپ شہید ہو جائیں گے اور دنیا آپ کو سلطان ٹیپو کے نام سے یاد کرے گی۔"

ناگ فوراً رک گیا — سلطان ٹیپو نے پوچھا :

"تم رک کیوں گئے — تم کیا کہنا چاہتے تھے؟"

ناگ نے کہہ دیا کہ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ اپنے غداروں سے خبردار رہیں — سلطان نے کہا :

"کون غدار ہو سکتا ہے؟ ہمارے وزیر سبھی وفادار ہیں — کیا تم کسی کا نام لے سکتے ہو؟"

ناگ کو یہ نہیں بتانا چاہیے تھا، مگر اس کے منہ سے نکل گیا —

"میر صادق سے خبردار رہیں — وہ آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔"

سلطان ٹیپو مسکرا دیے۔ کہا :

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو — میر صادق تو ہمارا خاص آدمی ہے — ہمارا وزیر خزانہ ہے۔ وہ ہم سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔"

ناگ نے جواب دیا :

"بجا ارشاد فرمایا — بجا ارشاد فرمایا۔"

پھر سلطان نے ناگ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا :

"آج سے تم اور تمہارے دوست عنبر ہمارے خاص مہمان ہیں۔"

اسی وقت عنبر کو قید سے نکالا گیا اور وہ شاہی محل کے خاص مہمان خانے میں آ گئے — چار دن گزر گئے — ہر روز عنبر اور ناگ دریائے کاویری کے کنارے پر جا کر ماریا کا انتظار کرتے مگر وہ کہیں نظر نہ آئی — پانچویں روز انگریزوں نے قلعے کے ایک دروازے پر حملہ کر دیا — گھمسان کی جنگ ہوئی، مگر شاہی فوج کے سپاہیوں نے انگریز کو بھگا دیا — اسی روز شام کو سلطان ٹیپو کے حرم سرا کی ایک خاتون کو سانپ نے کاٹ لیا — وہ شام کی ٹھنڈی ہوا میں محل کی چھت پر سیر کر رہی تھیں کہ کسی طرف سے سانپ اوپر آ گیا اور اس نے خاتون کو ڈس لیا — شاہی حکیم نے بہت زور مارا، مگر خاتون مرنے والی ہو گئی اور بے ہوش ہو گئی —

ناگ کو خبر ہوئی تو وہ سلطان کی اجازت سے فوراً حرم سرا میں پہنچ گیا — اسی وقت پردہ کر دیا گیا — خاتون پلنگ پر بے ہوش پڑی تھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بالکل مرنے والی تھیں۔۔۔ ناگ نے آنکھیں بند کر کے سانپ کو آواز دی۔ ناگ کی آواز پر سانپ دریا کنارے کی جھاڑی سے اسی وقت بھاگ کر جادو محل میں پہنچ کر ناگ کے سامنے ادب سے جھک گیا۔۔۔ ناگ نے کہا:

"میری اس خاتون کے جسم میں ڈالا ہوا سارا زہر واپس چوس لو۔"

"جو حکم میرے عظیم دیوتا۔"

سانپ نے یہ کہہ کر اپنا منہ خاتون کے زخم پر رکھ دیا اور پل بھر میں اندر کو سانس کھینچ کر سارا زہر چوس ڈالا۔۔۔ جسم سے زہر کا نکلنا تھا کہ خاتون نے آنکھیں کھول دیں۔۔۔ حرم کی ساری کنیزیں اور شہزادیاں حیران رہ گئیں۔۔۔ سلطان ٹیپو نے ناگ کو سینے سے لگایا اور کہا:

"تم نے خاتون کی جان بچا کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس خاتون کی ہم بہت عزت کرتے ہیں۔۔۔ ہم نے ان سے نماز پڑھنا سیکھا تھا۔"

آخر وہ دن بھی آ گیا جس دن سلطان ٹیپو نے شہید ہونا تھا۔ عنبر اور ناگ چونکہ پانچ ہزار سال سے تاریخ کا سفر کر رہے تھے۔۔۔ اس لیے انہیں آئندہ پانچ ہزار سال تک ہونے والے سارے واقعات معلوم تھے۔۔۔ عنبر نے ناگ سے کہا:

"آج مئی کی وہی تاریخ ہے جس روز تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ سلطان ٹیپو انگریزوں سے لڑتا ہوا قلعے کے شگاف کے باہر شہید ہو گیا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"کیا ہم انہیں روک دیں؟"

عنبر نے کہا:

"ناگ، تم بڑے نادان ہوتے جا رہے ہو۔ خبردار جو تم نے تاریخ کے واقعات میں دخل دینے کی خطرناک کوشش کی۔ بس تماشائی بن کر بیٹھے رہو اور جو ہونے والا ہے اسے دیکھتے جاؤ۔"

ناگ نے کہا:

"بلکہ یوں کہو جو پہلے بھی ہو چکا ہے اسے ہوتے دیکھتے جاؤ۔"

"ہاں، تم ایسا ہی سمجھو۔"

اس روز میسور میں بڑی گرمی پڑ رہی تھی۔۔۔ صبح سے جنگ ہو رہی تھی۔۔۔ انگریزوں نے قلعے پر حملہ کر دیا تھا اور سلطانی فوج بڑی بہادری سے لڑ رہی تھی اور قلعے کی دیوار کے اوپر سے دشمن پر تیر برسا رہی تھی۔۔۔ دوپہر کا وقت تھا۔۔۔ سلطان ٹیپو قلعے کی فصیل سے نیچے آئے اور کھانے کے دسترخوان پر بیٹھ گئے۔۔۔ ایک طرف عنبر اور ناگ بھی بیٹھے تھے۔۔۔ سلطان کھانا بھی کھا رہے تھے اور اپنے بچوں سے پیار سے باتیں بھی کر رہے تھے۔۔۔ عنبر نے ناگ کے کان میں کہا:

"وقت ہو گیا ہے۔۔۔ بس اب پیغام آنے ہی والا ہے۔"

اتنے میں ایک سپاہی حیران و پریشان بھاگا بھاگا آیا اور بولا:

"حضور عالی، قلعے کا خفیہ دروازہ غداروں نے کھول دیا ہے۔ انگریز فوج اندر داخل ہو گئی ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اتنا سننا تھا کہ سلطان ٹیپو نے کھانا وہیں چھوڑا- تلوار اٹھائی اور قلعے کے خفیہ دروازے کی طرف اٹھ دوڑا - عنبر نے ناگ سے کہا :

"بس یہ سلطان کا آخری دیدار تھا جو ہم نے کر لیا - اب شام کو اس کی لاش محل میں آئے گی اور محل پر انگریزوں کا قبضہ ہو جائے گا"

عنبر اداس ہو گیا — ناگ بھی اداس ہو گیا — کیونکہ وہ مدد کر سکنے کے باوجود سلطان ٹیپو کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے - عنبر نے کہا :

"اور اس محل سے باہر نکل چلتے ہیں — قلعے کے پیچھے چلے جاتے ہیں — مجھ سے سلطان ٹیپو شہید کی لاش اور محل میں انگریزی فوجوں کا آنا نہیں دیکھا جائے گا"

دونوں دوست اٹھ کر شاہی محل کے پچھلے حصے کی طرف آ گئے اور قلعے کی عقبی دیوار کے پاس سیڑھیاں اتر کر دریائے کاویری کے کنارے بنی ہوئی ایک بارہ دری میں آ کر بیٹھ گئے — قلعے کی جنوبی دیوار کی طرف سے جنگی نعروں، بندوقوں کے فائروں اور کسی توپ کے دغنے کی آواز آ جاتی تھی — ادھر گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی — عنبر نے کہا :

"دشمن آگے بڑھ رہا ہے — شام تک قلعہ فتح ہو جائے گا اور محل میں انگریزی فوج داخل ہو جائے گی"

شام کا اندھیرا چھانے لگا — محل کی طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں — عنبر نے کہا :

"شاید سلطان ٹیپو کی لاش محل میں آئی ہے"

محل میں اندھیرا چھایا ہوا تھا — قلعہ فتح ہو چکا تھا — قلعے پر دشمن نے اپنا جھنڈا لہرا دیا — عنبر نے کہا کہ اب شاہی محل میں جانے سے کیا فائدہ ! اس لیے اسی بارہ دری میں اس وقت تک رہیں گے — جب تک کہ ماریا نہیں مل جاتی —

دریا شام کے اداس اندھیروں میں بڑی خاموشی سے بہہ رہا تھا - درخت سر جھکائے شیر میسور سلطان ٹیپو کی شہادت پر ماتم کر رہے تھے - ناگ اور عنبر آدھی رات تک باتیں کرتے رہے — کبھی خاموش ہو کر دریا کو تکنے لگتے — عنبر وہیں بارہ دری میں سو گیا — ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ سفید عقاب بن کر دریا کے اوپر سیر کرے اور ماریا کو بھی تلاش کرے - وہ عنبر کو وہیں سوتا چھوڑ کر سفید عقاب بن گیا اور پھر چاندنی رات میں دریا کے اوپر اڑنے لگا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طوفان کی رات

بلندی پر جا کر ناگ نے نیچے محل پر ایک نظر ڈالی۔

محل کے ایک طرف آگ لگی ہوئی تھی اور دھواں اٹھ رہا تھا۔

غداروں کی مدد سے انگریزوں نے محل پر قبضہ کر لیا تھا اور سلطان ٹیپو کی لاش محل میں پڑی تھی اور شہزادیاں اور کنیزیں سسکیاں بھر رہی تھیں۔ تاریخ میں لکھا تھا اور ایسا ہی ہوا تھا کہ جس رات سلطان ٹیپو کو دفن کرنے کے لیے شاہی قبرستان لے جایا گیا۔۔۔ اس رات بڑے زور کی بارش ہوئی تھی اور اتنا طوفان آیا تھا کہ لگتا تھا، پہاڑ الٹ جائیں گے۔ ناگ سفید عقاب کی شکل میں رات کے اندھیرے میں آسمان پر اڑتا جا رہا تھا۔ دریا خاموشی سے بہہ رہا تھا۔۔۔ آسمان پر تارے نکلے ہوئے تھے۔۔۔ دریا آگے جا کر دو اونچی اونچی کالی چٹانوں کے قریب پہنچا تو مشرق کی طرف سے کالی گھٹا اٹھی اور دیکھتے دیکھتے آسمان پر چھا گئی اور بجلی رہ رہ کر چمکنے لگی اور بادل گرجنے لگا۔۔۔ ناگ سمجھ گیا کہ تاریخ کی کتابوں میں اس نے ٹھیک پڑھا تھا کہ اس رات بہت بڑا طوفان آیا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ اسے واپس عنبر کے پاس چلے جانا چاہیے تاکہ

طوفان میں کسی جگہ پناہ لے سکیں۔۔۔ جوں ہی وہ واپس مڑا۔۔۔ اتنی تیز چمک کے ساتھ بجلی چمکی کہ ناگ کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور وادی، دریا، چٹانیں روشنی میں سفید ہو گئیں۔۔۔ اس کے ساتھ ہی بادل اس قدر دھمک کے ساتھ گرجا کہ چٹانوں کے دل کانپ اٹھے اور سفید عقاب ایک جھکولا کھا کر ایک چٹان کے اوپر جا گرا۔۔۔ چٹان کے کسی پتھر سے ٹکرا کر عقاب لڑھکتا ہوا دریا کی طرف گرنے لگا۔۔۔ وہیں سے اس نے غوطہ لگایا، اوپر کو اٹھا اور چٹان کے نیچے دریا کے کنارے اتر گیا۔

چٹان کے پتھر کے ساتھ ٹکرانے سے اس کے شانے میں درد ہونے لگا تھا۔۔۔ ناگ اس وقت انسانی شکل میں آ گیا۔۔۔ اس نے ہاتھ سے اپنا شانہ دبایا۔۔۔ شانے کی ہڈی میں ہلکا ہلکا درد تھا۔۔۔ وہ پرندہ بن کر فضا میں بلند نہیں ہونا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح اسے اڑنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ کر اڑے گا۔ ناگ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سانپ کا مہرہ نکالنا چاہا تو دیکھا کہ جیب خالی ہے۔ سانپ کا مہرہ غائب ہے۔ ساری جیبیں ٹٹول ڈالیں، مگر مہرہ کہیں نہ ملا۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب وہ سفید عقاب بن کر اڑا تھا تو سانپ کا مہرہ اس کی جیب سے نکل کر دریا میں جا گرا۔

اب اس طوفان میں سانپ کے مہرے کو تلاش کرنا بڑی مشکل بات تھی۔۔۔ کیونکہ سانپ کے مہرے کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جوں ہی وہ زمین پر گرتا ہے، زمین اسے جگہ دے دیتی ہے اور وہ زمین

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے۔

ناگ نے سوچا، کہ وہ اگر سانپ یا شیر وغیرہ بن کر واپس گیا تو اتنے خوفناک طوفان میں ہو سکتا ہے وہ راستہ بھول جائے اور عنبر تک نہ پہنچ سکے — اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اسی جگہ کسی محفوظ مقام پر بیٹھ کر طوفان کے گزر جانے کا انتظار کرے — اندھیری رات اور گرج چمک کا طوفان، موسلا دھار بارش — ناگ چٹان کے ساتھ لگ کر جہاں کھڑا تھا وہاں ایک پتھر آگے کو نکلا ہوا تھا جس نے آگے چھجہ سا بنا دیا تھا۔ اس کے نیچے بارش نہیں آ رہی تھی — ناگ نے چٹان کے ابھرے ہوئے کالے پتھروں کو دیکھا۔ اس میں کوئی کھوہ یا غار نہیں بنی تھی —

بجلی چمکی تو ناگ کی نگاہ سامنے والی چٹان پر پڑی — بجلی کی روشنی میں وہاں اسے ایک کھوہ دکھائی دی — ناگ بھاگ کر سامنے والی چٹان کے پاس چلا گیا — اس نے دیکھا کہ کھوہ زیادہ بڑی نہیں تھی، مگر وہ اس کے اندر بیٹھ سکتا تھا — ناگ وہاں بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ عنبر بھی ضرور بارہ دری میں بیٹھا طوفان گزرنے کا انتظار کر رہا ہو گا اور وہ سمجھ گیا ہو گا کہ ناگ بھی طوفان میں کسی جگہ اُتر گیا ہے۔

پھر بارش رک گئی — بادل چھٹ گئے اور آسمان پر ستارے نکل آئے — ستاروں کی روشنی میں چٹانیں اور دریا دھندلے دھندلے دکھائی دینے لگے تھے — دریا بڑے زور شور سے بہہ رہا تھا — لہریں جھاگ اڑا

رہی تھیں — ناگ نے واپس جانے کا فیصلہ کیا اور چٹان کی کھوہ میں سے نکل کر واپس دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی چلا ہو گا کہ ایک جگہ پتھروں کے درمیان ایک درخت کے پیچھے سے انسانی سایا نکل کر دریا کی طرف جاتا دکھائی دیا — ناگ رُک گیا اور ستاروں بھری رات میں اسے دیکھنے کی کوشش کی — سایا غائب ہو گیا تھا۔

ناگ نے خیال کیا کہ یہ محض اس کا وہم ہو گا —

اب وہ سانپ بن کر سفر کرنا چاہتا تھا — کیونکہ ناگ نے محسوس کیا تھا کہ اس علاقے میں سے انسان بن کر گزرنا خطرناک ہو گا۔ ابھی وہ سانپ نہیں بنا تھا کہ ایک دم کسی نے اس کے پیچھے سے آ کر اس کے پاؤں میں زور سے کوئی شے پھینکی — ناگ نے پلٹ کر دیکھا۔ دو قدم کے فاصلے پر اس کے سامنے وہی قبر نما انسان کھڑا تھا۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور ہاتھی بن گیا — وہ ہاتھی بن کر قبر نما انسان کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا تھا، لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس کے پاؤں پتھر کی طرح سخت ہو کر زمین کے ساتھ جم گئے ہیں اور وہ اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہل سکتا۔

قبر نما انسان نے ماریا کے پاؤں کی طرح ناگ کے پاؤں بھی پتھر کے کر دیے تھے۔ ناگ نے ہاتھی بن کر پورا زور لگایا کہ کسی طرح سے وہ آگے بڑھ کر قبر نما انسان پر حملہ کرے مگر اس کے پاؤں اپنی جگہ سے نہیں اٹھ رہے تھے — ناگ پریشان ہو گیا — اس نے چنگھاڑ ماری اور ہاتھی سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سانپ بن گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سانپ بن کر وہاں سے بھاگ جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا — سانپ کا سارا جسم تو آزاد تھا، مگر اس کی دُم زمین کے اندر پتھر بن کر جمی ہوئی تھی — اگر وہ زور لگاتا تو دم ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ناگ کے دونوں پاؤں ٹوٹ کر الگ ہو جاتے —

ناگ کو پسینہ آ گیا۔ اس نے پوری طاقت کے ساتھ پھنکار ماری اور سفید عقاب بن گیا کہ شاید اسی طرح سے اڑ سکے، مگر یہ بھی نہ ہو سکا سفید عقاب کے پر تو آزاد تھے، مگر دونوں پنجے زمین کے اندر دھنسے ہوئے تھے، وہ اڑ نہیں سکتا تھا — قبر نما انسان کی گردن پر لگا ہوا کتبہ روشن ہو کر بجھ گیا اور پھر ناگ کو قبر نما انسان کی آواز سنائی دی:

"ناگ، تم میری قید میں ہو — تم بچ کر نہیں جا سکتے۔ میں تمہاری گردن اتار کر پھینک دوں گا اور پھر مجھے میری گردن واپس مل جائے گی"

ناگ گھبرا گیا — اب کیا کروں؟ اس نے سوچا، اس عفریت نما بھوت سے کیسے چھٹکارا نصیب ہو، لیکن ناگ کا حوصلہ بلند تھا — اسے یقین تھا کہ وہ اس بھوت سے نجات حاصل کرے گا اور اسے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا — ناگ نے گہرا سانس لیا اور سفید عقاب سے ایک بار پھر ہاتھی بن گیا تاکہ کم از کم قبر نما انسان اتنی آسانی سے اور اتنی جلدی اس کی گردن نہ دبا سکے — قبر نما انسان ذرا آگے بڑھا تو ناگ سونڈ اوپر اٹھا کر چنگھاڑا۔ قبر نما انسان ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ ناگ اگرچہ

ہاتھی بنا ہوا تھا، مگر اس کی طاقت کا کوئی فائدہ نہیں تھا، کیونکہ اس کے پاؤں زمین نے جکڑ رکھے تھے اور وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہل سکتا تھا۔

ناگ کا دماغ بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا — اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی — قبر نما انسان دونوں ہاتھ اٹھا کر ناگ پر جادو کے منتر پڑھ کر پھونک رہا تھا — ناگ نے سونڈ اوپر اٹھا کر اس علاقے کے سب سے زہریلے اور خطرناک آگ اگلنے والے سانپ کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ سانپ دریائے کاویری کے علاقے کا اگنی سانپ تھا۔ ناگ کا حکم اسے ملا — وہ اسی وقت ایک زبردست پھنکار مار کر اٹھا اور زمین کے اندر سے نکل کر ناگ کی طرف دوڑ پڑا۔

قبر نما انسان اپنے جادو سے ناگ کے پورے جسم کو پتھر بنانے میں لگا تھا — اس کی گردن کا پتھر بار بار روشن ہو رہا تھا۔ وہ دائیں بائیں جھوم جھوم کر بازو لہرا لہرا کر منتر پڑھ رہا تھا۔ ناگ کو اپنے جسم میں کمزوری محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ ہاتھی کی شکل میں تھا اور اس کی ٹانگیں سخت ہونے لگی تھیں۔ عین اس وقت چٹان کے پتھروں پر ایک روشنی نمودار ہوئی اور اگنی سانپ ناگ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ناگ نے اپنی سونڈ اٹھا کر اسے حکم دیا:

"اس قبر نما انسان کو ختم کر دو"

قبر نما انسان نے سانپ کو دیکھا تو اس کی گردن دبوچنے کے لیے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جھکا۔ سانپ بے حد خطرناک تھا۔ بڑا پھرتیلا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر پرے ہٹ گیا اور قبر نما انسان کی طرف اپنا پھن اٹھا کر منہ سے پھنکار مار کر شعلہ نکالا۔ یہ شعلہ نیلے رنگ کی بڑی تیز آگ کا شعلہ تھا جو سیدھا قبر نما انسان کے سینے پر دل پر جا کر لگا اور اسے آگ لگ گئی۔ سانپ نے دوسرا شعلہ اس پر پھینکا۔ یہ سرخ رنگ کا شعلہ تھا۔ قبر نما انسان کا سارا جسم آگ میں بھڑک اٹھا۔ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ قبر نما انسان تڑپتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ کے پاؤں ہلکے ہو گئے اور زمین نے انہیں چھوڑ دیا۔ ناگ پھر سے انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے قبر نما انسان کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم اپنے کیے کی سزا پا رہے ہو۔"

قبر نما انسان کا پتھر روشن ہوا اور ناگ کو اس کی آواز آئی:

"میں مر رہا ہوں، مگر تم بھی ماریا کو ساری عمر تلاش نہ کر سکو گے وہ ایسی جگہ قید ہے جہاں سے وہ کبھی باہر نہیں نکل سکے گی۔"

اتنا کہہ کر قبر نما انسان مر گیا۔ اس کا سارا جسم جل کر راکھ بن گیا۔ اس کے سر پر لگا ہوا قبر کا پتھر بھی سانپ کی بھیانک آگ میں پگھل کر پانی بن گیا۔ ماریا کے بارے میں ناگ بڑا فکر مند ہو گیا۔ ناگ نے سانپ کا شکریہ ادا کر کے اسے بھیج دیا اور خود سفید عقاب بن کر دریا کے اوپر اڑتا اور یہ سوچتا ہوا کہ خدا جانے اس بھوت نے ماریا کو کس جگہ قید میں ڈال رکھا ہے، عنبر کی طرف چل پڑا۔

عنبر بارہ دری میں ایک طرف سمٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ناگ کو دیکھا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ناگ اس کے پاس اتر کر آیا اور انسانی شکل اختیار کر لی۔ عنبر نے اسے بتایا کہ طوفان میں وہ اسی بارہ دری میں بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟"

ناگ نے کہا:

"میں نے قبر نما انسان کو ہلاک کر دیا ہے۔ اب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

عنبر بڑا خوش ہوا۔

"چلو خدا نے ایک مصیبت سے تو نجات دی۔"

ناگ نے فکر مند ہو کر کہا:

"لیکن ایک بری بات ہوئی ہے۔ اس بھوت نے خدا جانے کس جگہ پر ماریا کو قید کر رکھا ہے۔ مرتے مرتے وہ کہہ گیا ہے کہ ماریا کو ہم کبھی واپس نہ لا سکیں گے۔"

عنبر کچھ سوچ کر بولا:

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ قبر نما انسان کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ مجھے یقین ہے، ماریا جہاں کہیں بھی ہو گی، وہ اس کے جادو سے آزاد ہو گئی ہو گی اور وہاں سے نکل کر ہمیں ضرور ملے گی۔ جوگی بابا نے بھی یہی کہا تھا کہ ماریا ہمیں دریا پر ملے گی۔ اب ہمیں اسی جگہ ٹھہر کر اس کا انتظار کرنا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو گا۔"

رات گزر گئی — دن کی روشنی پھیل گئی — عنبر اور ناگ بارہ دری سے نکل کر شاہی محل کی طرف روانہ ہوئے — شاہی محل پر انگریزی فوج نے قبضہ کر رکھا تھا۔ سلطان ٹیپو شہید کو اس کے عظیم باپ حیدر علی کے ساتھ دفن کر دیا گیا تھا۔ شہزادیاں اور حرم کی خواتین اور شہزادے انگریزوں کی نگرانی میں تھے — جنرل نکلسن دربار لگا کر اپنے افسروں میں انعامات تقسیم کر رہا تھا — انگریزی فوج شہر میں لوٹ مار کر رہی تھی — میسور شہر میں غدر مچا تھا — عنبر اور ناگ شہر میں ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے دو انگریز سپاہیوں کو دیکھا کہ ایک لڑکی کو گھسیٹتے ہوئے لے کر مکان میں داخل ہو گئے۔ وہ اس کے زیور اتار کر ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"یہ ظلم میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

ناگ کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔ وہ عنبر کو ساتھ لے کر اسی مکان میں داخل ہو گیا — لڑکی بے چاری سہمی ہوئی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور خوف کے مارے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ دونوں انگریز سپاہی اس کے جسم سے زیور نوچ رہے تھے۔ انہوں نے جو دو لڑکوں کو اندر آتے دیکھا تو سخت غصے میں انہیں باہر نکل جانے کو کہا۔ ناگ اپنی جگہ کھڑا رہا — عنبر ان کے قریب چلا گیا اور لڑکی کے آگے کھڑا ہو گیا۔

"اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو اس لڑکی کو اسی جگہ چھوڑ کر واپس چلے جاؤ۔"

انگریز سپاہی فتح کے نشہ میں تھے۔ ایک سپاہی نے بندوق اٹھا کر اس کی سنگین عنبر کے سینے پر ماری — سنگین ٹوٹ گئی — لڑکی کی چیخ نکل گئی — انگریز سپاہی سمجھے کہ عنبر نے چھاتی پر لوہے کی ڈھال باندھ رکھی ہے — دوسرے سپاہی نے خنجر نکالا اور عنبر کی گردن پر وار کیا۔ اس کا خنجر بھی ٹوٹ گیا — پہلے والا سپاہی ناگ کی طرف لپکا کہ اسے سنگین مار کر ہلاک کرے — ناگ نے گہرا سانس لیا اور پل بھر میں ایک پتلا سانپ بن کر دیوار پر چڑھ کر غائب ہو گیا۔ لڑکی بے چاری سہمی بیٹھی یہ جنگ دیکھ رہی تھی — سپاہیوں نے بندوق کا فائر کر دیا۔ اس زمانے میں بندوق میں سے ایک بار ہی فائر ہوتا تھا۔ دوسرے فائر کے لیے بندوق میں پھر سے بارود بھرنا پڑتا تھا — دونوں فائر عنبر پر ہوئے — لڑکی نے چیخ ماری — اسے یقین تھا۔ اسے بچانے والا نوجوان گولی لگنے سے مر جائے گا۔ مگر عنبر بھلا کیسے مر سکتا تھا۔ اسے تو ابھی پانچ ہزار سال تک واپسی کے سفر کی خاطر زندہ رہنا تھا۔ اس نے انگریزی زبان میں دونوں فوجیوں سے کہا:

"تم اپنا وار کر چکے ہو۔ اب میں اپنا وار کرتا ہوں۔"

اور عنبر نے قریب جا کر دونوں فوجیوں کی بندوقیں چھین کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

توڑ ڈالیں۔ ناگ دیوار سے اُتر کر سامنے انسانی شکل میں آ گیا۔ عنبر نے کہا:

"ناگ بھیا، کیا خیال ہے ان کے بارے میں — ان کو چھوڑ دیا تو یہ میسور شہر میں جا کر دوسری مسلمان عورتوں کی بے عزتی کریں گے۔"

ناگ نے کہا:

"یہ دشمن ہیں، ان کو میں ختم کرتا ہوں۔"

عنبر نے جواب دیا:

"جیسے تمہاری مرضی۔"

اس عرصے میں دونوں انگریز فوجی حیران پریشان کھڑے تھے کہ یہ کس دُنیا کے رہنے والے ہیں کہ ان پر کسی ہتھیار کا اثر نہیں ہوتا اور ان میں سے ایک غائب ہو کر سانپ بن جاتا ہے۔ ناگ پھنکار مار کر دوبارہ سانپ بن گیا۔ اسے سانپ بنتا دیکھ کر ایک انگریز فوجی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا — دوسرے نے کھڑکی میں سے باہر چھلانگ لگا دی اور باہر گلی میں گر پڑا — ناگ بے ہوش انگریز کو ڈسنے لگا تو عنبر نے منع کر دیا —

"بے ہوش دشمن پر وار نہ کرو ناگ۔ اسے معاف کر دو۔"

"جیسے تمہاری مرضی بھیا۔"

ناگ نے پھر سے انسانی شکل اختیار کر لی — فریدہ بے چاری آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہی تھی کہ یہ کوئی بہت بڑے جادوگر ہیں۔

ناگ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟

اس نے اپنے گھر کا پتا بتایا اور عنبر اور ناگ اسے ساتھ لے کر چل پڑے — اس لڑکی کا نام فریدہ تھا اور وہ میسور شہر کے ایک سوداگر کی بیٹی تھی — لڑکی کے ماں باپ لڑکی کو دوبارہ دیکھ کر بے حد خوش ہوئے — عنبر اور ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ سوداگر نے کہا:

"بیٹا، تم جادو جانتے ہو۔ کیسا ہی اچھا ہو کہ تم دونوں کچھ روز میرے گھر میں رہو۔ جب لوٹ مار ختم ہو جائے گی تو چاہے جس طرف چلے جانا۔ تمہارے ہوتے ہوئے میری عزت اور گھر بار محفوظ رہے گا — کیا خیال ہے بیٹا؟"

عنبر اور ناگ نے ایک دوسرے کو دیکھا — انہیں ابھی میسور میں رہنا تھا، کیونکہ انہیں ماریا کا انتظار تھا — چنانچہ انہوں نے سوداگر سے کہا کہ وہ کچھ روز اس کے ہاں ٹھہر جائیں گے۔ سوداگر اور اس کی بیوی اور بیٹی فریدہ بڑے خوش ہوئے — دونوں کو حویلی کی دوسری منزل میں ایک بڑا کمرہ دے دیا گیا جہاں شاندار بستر لگا تھا اور فرش پر خوبصورت ایرانی قالین بچھا ہوا تھا۔

اب ہم ماریا کی طرف چلتے ہیں —

آپ پڑھ چکے ہیں کہ قبر نما انسان نے ماریا کو جزیرے لکشا دیپ کے جنگل میں ایک جگہ زمین دوز تہ خانے میں بند کر دیا تھا اور اپنے جادو کے زور سے اس کے ہاتھ پیروں کی طاقت چھین لی تھی۔ جونہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ کے اگنی سانپ نے قہرنما انسان کو آگ میں جلا کر بھسم کر دیا۔ عین اس وقت ماریا پر کیا ہوا طلسم ٹوٹ گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں میں پھر سے طاقت آگئی۔ وہ زمین کے اندر بند تہہ خانے میں لیٹی ہوئی تھی۔ جادو کے ٹوٹتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھوں کو دیوار پر مار کر دیکھا۔ ان میں پوری طاقت آگئی تھی کیونکہ دیوار کا تھوڑا سا پلستر ہاتھ مارنے سے اتر گیا تھا۔ ماریا کے پاؤں بھی بالکل ٹھیک ہو گئے تھے۔ اب اس کے سامنے صرف ایک کام رہ گیا تھا کہ کسی طریقے سے وہاں سے باہر نکلا جائے۔

ماریا نے ایک جگہ سے دیوار کھرچنی شروع کی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں سے قہرنما انسان اسے لے کر اندر داخل ہوا تھا۔ دیوار مٹی کی تھی اور بہت جلد وہاں سوراخ ہو گیا۔ ماریا کی پوری طاقت واپس آچکی تھی۔ اس نے سوراخ کے اندر ہاتھ ڈال کر پتھروں کو اندر کھینچ کر اکھاڑ دیا۔ دروازے میں شگاف بن گیا۔ ماریا شگاف سے نکل کر سرنگ میں آگئی۔ یہ سرنگ آگے جا کر زمین سے باہر نکل آئی تھی۔ ماریا نے تازہ ہوا میں آکر گہرا سانس لیا اور چاروں طرف دیکھا۔ جزیرہ کسی بہت بڑے طوفان کے بعد تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ درخت جگہ جگہ گرے پڑے تھے۔ ماریا ان کے درمیان چلتی سمندر کے پاس آگئی۔ یہاں بھی ریت پر درخت گرے ہوئے تھے اور کئی ایک چٹانیں ٹوٹ کر بکھری پڑی تھیں۔ خدا جانے کس قسم کا زلزلہ وہاں آیا کہ جزیرہ تہس نہس

ہو کر رہ گیا تھا۔ ماریا کو معلوم تھا کہ عنبر اور ناگ اس جزیرے کو چھوڑ چکے ہوں گے اور انہیں ملک ہندوستان کی طرف جانا تھا۔

سوال یہ تھا کہ وہ کس طرح سے ہندوستان جائے، کیونکہ وہاں کوئی کشتی نہیں تھی۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ نیلا سمندر چمک رہا تھا۔ ماریا کچھ دیر سمندر کے کنارے پر ٹہلتی رہی۔ لہریں دور دور سے آکر اس کے پاؤں کے قریب سے ہو کر واپس چلی جاتی تھیں۔ ماریا غائب تھی لیکن گیلی ریت پر اس کے قدموں کے نشان اس کے پیچھے پڑتے جا رہے تھے۔ ماریا نے پلٹ کر اپنے پاؤں کے نشان دیکھے اور سوچا کہ اگر یہاں کوئی ہوتا تو اسے بے حد پریشانی ہوتی کہ جب انسان کوئی نہیں ہے تو پھر قدموں کے نشان کس کے پڑ رہے ہیں۔

ماریا ہنس دی۔ کیونکہ وہاں کوئی انسان ارد گرد نہیں تھا۔ ماریا نے سمندر کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ایک چھوٹی کشتی جزیرے کی طرف آ رہی تھی۔ وہ بڑی خوش ہوئی کہ اب وہ وہاں سے نکل سکے گی۔ کشتی قریب آکر کنارے پر رک گئی۔ اس میں دو جنگلی سوار تھے جو خدا جانے کس کام کے لیے جزیرے میں آئے تھے۔ انہوں نے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے پکڑ رکھے تھے۔ وہ لوگ کنارے پر اتر آئے۔ ماریا نے سوچا کہ کشتی خالی ہو گئی ہے۔ وہ اس میں بیٹھ کر ہندوستان کے ساحل پر پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ پھر اسے خیال آیا کہ کہیں وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں واپس بھول کر بھٹک نہ جائے۔ بہتر یہی ہے کہ جب یہ جنگلی واپس جانے لگیں تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی کشتی میں بیٹھ کر چلی جائے۔ ضرور یہ جنگلی ہندوستان کے ساحل سے آرہے ہوں گے۔

دونوں جنگلی کشتی کو ریت پر کھینچ کر درختوں کی طرف چلے گئے۔ پھر ان میں سے ایک جنگلی نے اچانک جھک کر ریت پر کسی انسان کے پاؤں کے نشان دیکھے اور اپنے ساتھی سے جنگلی زبان میں کہا:

"یہ عورت کے پاؤں کے نشان ہیں"

پھر دونوں ارد گرد دیکھنے لگے ــــ وہاں انہیں کوئی عورت دکھائی نہ دی ــــ وہ ماریا کے پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ چلتے ماریا کے پاس آکر رک گئے۔ ماریا کشتی میں سوار ہوگئی تھی ــــ پاؤں کے نشان کشتی کی طرف جارہے تھے۔ جنگلی بڑے پریشان تھے کہ پاؤں کے نشان کشتی میں جارہے ہیں۔ مگر کشتی خالی ہے۔ پھر وہ عورت کہاں چلی گئی؟

جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو وہ واپس جنگل کی طرف چلے گئے ماریا کشتی میں بیٹھ کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ کافی دیر بعد دونوں جنگلی واپس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں جنگلی جڑی بوٹیاں تھیں۔ یہ بوٹیاں انہوں نے کشتی میں لا کر رکھ دیں اور خود بھی سوار ہوگئے۔ ماریا کشتی کے پیچھے بالکل کنارے پر بیٹھی تھی۔ انہوں نے کشتی پانی میں

کھینچ لی اور پھر چپو چلاتے سمندر میں روانہ ہوگئے ــــ دونوں جنگلی آپس میں مسکرا کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ ماریا ان کی باتیں سمجھ رہی تھی وہ اس عورت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جس کے پاؤں کے نشان انہوں نے ریت پر دیکھے تھے ــــ

"وہ کوئی چڑیل تھی"

"اچھا ہوا ہم واپس آگئے"

"چڑیلیں پہاڑ پھٹنے سے زمین کے اندر سے باہر نکل آتی ہیں"

"دیوتا ہماری حفاظت کریں گے۔ ہم تالی مینار جاتے ہی قربانی دیں گے"

تالی مینار سے ماریا کو یقین ہوگیا کہ وہ لوگ ہندوستان جارہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہندوستان کا ساحل دکھائی دینے لگا۔

جنگلیوں نے کشتی تیز کر دی ــــ ساحل قریب آگیا۔ جنگلی کشتی کو کنارے پر کھینچ کرلے آئے۔ ماریا ابھی تک کشتی میں بیٹھی تھی۔ پھر وہ بھی کشتی سے باہر نکل آئی۔ جونہی وہ باہر نکل کر دو قدم چلی گیلی ریت پر اس کے پاؤں کے نشان بن گئے۔ ایک جنگلی کی ان پر نظر پڑ گئی۔ وہ خوف سے زرد ہوگیا۔ اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر بولا:

"یہ دیکھو ــــ یہ ــــ"

اب ماریا نے شرارت کی ــــ وہ آہستہ آہستہ چل پڑی۔ چلنے سے اس کے پیچھے ریت پر قدموں کے نشان بنتے چلے گئے۔ جنگلی حیران ہوئے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کہ یہ کون غائب ہو کر چل رہا ہے ۔ وہ ڈر گئے ۔ ماریا نے اُن کی زبان میں کہا :

" میں جزیرے کی چڑیل ہوں "

اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی ۔۔ بس پھر کیا تھا ۔ جنگلیوں کی چیخیں نکل گئیں اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے ایسے بھاگے کہ پھر کسی نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا ۔۔ ماریا دیر تک ہنستی رہی ۔ وہ ہندوستان کے ملک میں پہنچ چکی تھی ۔ اب اسے ملک کے اندر جا کر عنبر اور ناگ کو تلاش کرنا تھا ۔ وہ انہیں کس جگہ اور کہاں تلاش کرے ۔ اس کی ماریا کو کوئی خبر نہیں تھی ۔ دھوپ ڈھلنے لگی تھی ۔ سمندر کے کنارے پر کوئی آبادی نہیں تھی ۔۔ دُور درختوں کی قطاریں چلی گئی تھیں ۔ ماریا نے سوچا کہ اسے خدا کا نام لے کر چل پڑنا چاہیے ۔ خدا نے چاہا تو عنبر ناگ سے کہیں نہ کہیں تو ملاقات ضرور ہو جائے گی ۔

ماریا شام تک چلتی رہی ۔۔ شام کے بعد دُور ایک گاؤں دکھائی دیا ۔ یہ ماہی گیروں کا گاؤں تھا ۔ جھونپڑیاں پھیلی ہوئی تھیں ۔ ماہی گیروں کی عورتیں رات کا کھانا پکا رہی تھیں ۔ ماہی گیر مچھلیاں پکڑ کر واپس لوٹ رہے تھے ۔ ماریا کا دل تلی ہوئی گرم مچھلی کھانے کو چاہا ۔ وہ ایک جھونپڑی کے پاس آگئی ۔ یہاں ایک مچھیرن عورت کڑاہی میں مچھلی تل رہی تھی ۔ اس کی جوان بیٹی پاس بیٹھی تھی ۔ مچھیرن نے تلی ہوئی مچھلی نکال کر تھالی میں رکھی تو ماریا نے اٹھالی ۔ مگر وہ بڑی گرم تھی ۔ ماریا نے جلدی سے مچھلی

واپس تھالی میں پھینک دی ۔ مچھیرن نے اپنی بیٹی کی طرف گھور کر دیکھا ۔

" تم سے صبر نہیں ہوتا ۔ ذرا ٹھنڈی تو ہو لینے دو "

بیٹی نے کہا :

" ماں ، میں نے تو مچھلی کو ہاتھ بھی نہیں لگایا "

ماں نے ڈانٹ کر کہا :

" جھوٹ بولتی ہے ۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ تم نے مچھلی تھالی میں سے اٹھا کر دوبارہ وہیں رکھ دی ہے "

بیٹی بڑی حیران ہوئی کہ اس کی ماں کو کیا ہو گیا ہے ۔ ماریا ہنس رہی تھی ۔ جب اس نے دیکھا کہ مچھلی ٹھنڈی ہو گئی ہے تو اسے تھالی میں سے اٹھا لیا ۔ مچھلی ایک بار پھر غائب ہو گئی ۔

مچھیرن نے کہا :

" ہاں ، اب تم کھا سکتی ہو ۔ کھاؤ اور یہ بتاؤ کہ نمک مرچ زیادہ تو نہیں ہے "

بیٹی بولی :

" ماں ، میں مچھلی کہاں کھا رہی ہوں جو تمہیں نمک مرچ کا بتاؤں "

ماں نے بڑے غور سے خالی تھالی میں اور پھر بیٹی کے خالی ہاتھوں کی طرف دیکھا ۔۔

" تو ۔۔ تو پھر مچھلی کون لے گیا "

ماریا نے آہستہ سے کہا :

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مچھلی میں نے لی ہے۔"

اس آواز پر عورت اور اس کی بیٹی نے پلٹ کر دیکھا، وہاں کوئی عورت سوائے اُن کے نہیں تھی۔ ماریا بڑے مزے سے مچھلی کھاتی آگے روانہ ہوگئی۔ اس نے ذرا آگے جا کر مُڑ کر پیچھے دیکھا دونوں ماں بیٹی حیران کھڑی ایک دوسری کو دیکھ رہی تھیں۔

چلتے چلتے رات ہوگئی — سمندر دُور ہو چکا تھا۔ مچھیروں کی بستی پیچھے رہ گئی تھی — اس زمانے میں آبادی اتنی نہیں ہوتی تھی جتنی آج کل ہے۔ کہیں جا کر گاؤں آتا تھا۔ جہاں پندرہ بیس گھر ہوتے تھے۔ بہت دُور ایک شہر آتا جو چار دیواری کے اندر ہوتا تھا اور جس کے دروازے رات کو بند کر دیے جاتے تھے۔ پھر نہ کوئی شہر کے اندر جا سکتا تھا اور نہ باہر آ سکتا تھا۔ ماریا کا خیال تھا کہ وہ کسی شہر میں پہنچ کر رات بسر کرے، مگر شہر دُور دُور تک دکھائی نہ دیتا تھا۔

کفن چور

ماریا کو دُور روشنی دکھائی دی۔

وہ اس طرف چل پڑی۔ یہ ایک جھونپڑی تھی جس کے باہر دیا روشن تھا۔ ماریا جھونپڑی کے پاس کھڑی ہوگئی۔ جھونپڑی کے دروازے پر بوریا لٹک رہا تھا۔ وہاں خاموشی تھی — کیا جھونپڑی خالی ہے؟ کیا اندر کوئی سو رہا ہے؟ ماریا دروازے کے پاس گئی ہی تھی کہ اندر سے کسی مرد کی آواز آئی:

"بیٹی اندر آ جاؤ۔"

ماریا جہاں تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ وہ اس بات پر حیران ہوئی کہ اندر کون ایسا کرنی والا آدمی بیٹھا ہے کہ جس نے اسے دیکھ لیا ہے۔ وہ خدا جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ اتنے میں اندر سے پھر آواز آئی:

"بیٹی ماریا ڈرو نہیں — اندر آ جاؤ، میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

اب ماریا سمجھ گئی کہ جس نے میرا نام لیا ہے وہ کوئی بڑا زبردست جادوگر یا بزرگ ہے — وہ بوریا اٹھا کر جھونپڑی میں داخل ہوگئی — اندر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہی جوگی بابا ایک بوریے پر بیٹھا خدا کی عبادت کر رہا تھا جس نے عنبر،
ناگ سے کہا تھا کہ ماریا دریائے کاویری کی وادی میں تمہیں ملے گی۔ جوگی
بابا ماریا کو صاف دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سے ایک طرف اشارا کرتے
ہوئے کہا:

"یہاں بیٹھ جاؤ ماریا بیٹی"

ماریا بوریے پر ایک طرف بیٹھ گئی اور کہنے لگی:

"بابا! آپ جادوگر ہیں کیا؟ مجھے تو سوائے کسی بڑے جادوگر
کے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

جوگی بابا مسکرایا اور بولا:

"بیٹی! میں جادوگر نہیں ہوں، بلکہ خدا کا ایک بندہ ہوں، ہاں
میں حلال کی روزی کھاتا ہوں۔ جنگل میں بیٹھا خدا کی عبادت کرتا ہوں۔
کبھی دل میں کسی کے لیے برا خیال نہیں لاتا، پھل پھول کھا کر گزارا کرتا
ہوں — کسی سے حسد نہیں کرتا، کسی سے نفرت نہیں کرتا، کبھی جھوٹ
نہیں بولتا اور اپنی روح اپنے جسم اور اپنے خیالات کو ہمیشہ پاک صاف
رکھتا ہوں۔ اسی وجہ سے خدا نے میرے اندر اتنی طاقت پیدا کر دی ہے
کہ میں غائب کی چیزیں اور آنے والے حالات کو دیکھ لیتا ہوں — میں نے
تمہیں اسی لیے اندر بلایا ہے کہ عنبر اور ناگ مجھے ملے تھے۔"

"آپ کو ملے تھے، کہاں؟" ماریا نے بے تابی سے پوچھا۔

جوگی بابا نے کہا:

"بیٹی، وہ اس وقت دریائے کاویری کے کنارے سلطان ٹیپو کے
شہر میسور کے ایک سوداگر کے گھر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم وہاں
پہنچ کر انہیں مل سکو گی۔"

ماریا نے پوچھا:

"بابا! وہ خیریت سے ہیں نا؟"

"ہاں، اب خیریت سے ہیں۔ ناگ پر ایک مصیبت پڑی تھی
مگر خدا کے فضل سے وہ مصیبت دور ہو گئی ہے۔"

ماریا نے کہا:

"بابا، میسور شہر یہاں سے کتنی دور ہو گا اور میں وہاں کیسے پہنچوں
گی؟"

جوگی بابا نے کہا:

"میسور شہر یہاں سے بہت دور ہے بیٹی — تم رات یہیں بسر
کرو۔ کل صبح یہاں سے مغرب کی طرف روانہ ہو جانا۔ دوپہر کے بعد تم
ایک قصبے میں پہنچ جاؤ گی۔ وہاں سے تمہیں میسور کو جانے والا قافلہ مل
جائے گا۔ تم اس قافلے میں شریک ہو جانا۔"

ماریا نے رات جوگی بابا کے جھونپڑے میں بسر کی اور صبح اس سے
اجازت لے کر اس قصبے کی طرف روانہ ہو گئی جہاں سے اس نے قافلے کے
ساتھ شامل ہونا تھا — جنگل سے نکل کر ایک کچا راستہ قصبے کی طرف جاتا
تھا۔ ماریا اس پر چل پڑی —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا کو اس پچھلے راستے پر چھوڑ کر ہم واپس عنبر اور ناگ کی طرف جاتے ہیں اور چل کر دیکھتے ہیں وہ کس حال میں ہیں؟

میسور شہر کے سوداگر کے پاس انہیں دو روز گزر گئے۔ وہ صبح شام دریا پر آکر ماریا کو تلاش کرتے۔ ماریا نہ ملتی تو واپس آجاتے دریا کا یہ علاقہ جہاں سوداگر کا مکان تھا۔ بڑا ویران ویران تھا۔ یہاں آ کر شہر ختم ہو جاتا تھا۔ شہر میں امن و امان قائم ہو گیا تھا اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے تھے۔ ایک روز عنبر نے ناگ سے کہا کہ میں سوداگر کی بیوی کے لیے ایک دوا تیار کر رہا ہوں، اس لیے آج تم دریا پر جا کر ماریا کو دیکھ آؤ۔ ناگ کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ عنبر کو حویلی میں چھوڑ کر دریا کی طرف چل پڑا۔

سورج دریا کے پار مغرب میں غروب ہو رہا تھا۔ دریا کے کنارے ایک بہت بڑی چٹان کے اندر ایک پرانا مندر تھا۔ جہاں ایک سنیاسی سونا بنانے کا گُر معلوم کرنے کے لیے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر چلّہ کاٹ رہا تھا۔ یہ بڑا زبردست سنیاسی تھا۔ اس کا جسم سوکھا ہوا سا تھا۔ مگر آنکھوں میں بڑی زبردست کشش تھی۔ وہ دو روز سے ایک ٹانگ پر کھڑا دولت کی دیوی لکشمی دیوی کا چلّہ کاٹ رہا تھا۔ جب سورج غروب ہونے لگا تو چلّہ پورا ہو گیا اور دولت کی دیوی لکشمی دیوی اس کے سامنے آکر بولی:

"تم نے میرا چلّہ پورا کر دیا۔ میں تمہیں ایک چٹکی مٹی کی دیتی ہوں دریا پر شام کے وقت ایک نوجوان آکر چھوٹی چٹان پر بیٹھ جائے گا۔ چٹکی تم اس کے اوپر ڈال دینا، وہ سونے کا سانپ بن جائے گا۔ تم

اس سونے کے سانپ کو اپنے پاس رکھنا۔ اسے تم جتنی دولت کہو گے وہ تمہیں لا کر دے دیگا۔"

اتنا کہہ کر لکشمی دیوی نے ایک چھوٹی سی کالی ڈبیا سنیاسی کے آگے پھینکی اور غائب ہو گئی۔ سنیاسی بڑا خوش ہوا۔ اس نے ڈبیا اٹھا کر کھولی۔ اس کے اندر تھوڑی سی نسواری مٹی تھی۔ سنیاسی نے ڈبیا ہاتھ میں لی اور دریا کی طرف اس نوجوان کی تلاش میں چل پڑا جس پر اس نے مٹی کی چٹکی ڈال کر اسے سونے کا سانپ بنانا تھا۔

دریا پر پہنچا تو شام ہو رہی تھی اور سورج ڈوب رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ دریا کنارے ایک چھوٹی سی چٹان کے پاس ایک سانولے رنگ کا نوجوان گھوم پھر کر دریا کی طرف تک رہا ہے۔

یہ ناگ تھا اور ماریا کو ادھر ادھر تلاش کر رہا تھا۔ سنیاسی اب اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ وہ چھوٹی چٹان پر بیٹھتا ہے کہ نہیں۔ ناگ نے سوچا کہ کچھ دیر چٹان پر بیٹھ کر ماریا کا انتظار کیا جائے، شاید وہ آ جائے۔ وہ پتھروں پر سے گزر کر چھوٹی چٹان پر آکر بیٹھ گیا۔ سنیاسی بڑا خوش ہوا۔ لکشمی دیوی کی بات سچ نکلی تھی۔ یہی وہ نوجوان تھا جس کی اسے تلاش تھی۔ وہ ناگ کے پاس آگیا۔ ناگ نے سنیاسی کی طرف دیکھا اور کہا:

"آپ جوگی ہیں بابا؟"

سنیاسی نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہم سنیاسی ہیں بیٹا۔ ہم جوگیوں سے جڑے ہوتے ہیں۔ ہم ساری زندگی جنگلوں میں گزار دیتے ہیں اور کبھی شہروں کی طرف نہیں جاتے۔ بتاؤ، تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟"

ناگ بولا:

"سنیاسی بابا! میں اپنے ایک دوست کا انتظار کر رہا ہوں۔"

سنیاسی نے اپنے ہاتھ کی ڈبیا کھول کر کہا:

"تو بیٹا، میری ایک نشانی لے لو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے!"

اتنا کہہ کر سنیاسی نے ڈبیا کی مٹی کی چٹکی بھری اور اس سے پہلے کہ ناگ اپنا بچاؤ کرتے، چٹکی اس کے اوپر پھینک دی۔ جوں ہی مٹی ناگ کے جسم پر گری، وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے ایک فٹ اوپر اچھلا اور جب نیچے گرا تو سونے کا چھوٹا سا سانپ بن چکا تھا۔ سنیاسی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا اور سونے کا سانپ بنے ہوئے ناگ کو اٹھا کر اپنی گدڑی میں رکھ لیا اور سیدھا واپس مندر میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ لکشمی دیوی کا دوسرا نسخہ آزمانا چاہتا تھا۔ اس نے مندر میں مٹی کا دیا جلایا اور سونے کے ناگ کو سامنے پتھر پر رکھ کر کہا:

"اے سونے کے سانپ! مجھے لکشمی دیوی کے حکم پر یہ بتا کہ جواہرات کا خزانہ کہاں ہوگا؟"

سونے کا ناگ سانپ کی شکل میں بت بنا کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مقناطیسی لہریں نکلنے لگیں جو سنیاسی کے کانوں میں آ کر

آواز بن گئیں۔ یہ آوازیں کہہ رہی تھیں: "اے سنیاسی! مندر کے پیچھے والی دیوار میں خزانہ ہے۔"

سنیاسی خاموشی سے بیٹھا دیکھتا رہا۔ ایک دم دیوار میں ایک سوراخ بن گیا اور مندر کے پیچھے سے ایک بہت بڑا اژدہا نمودار ہوا جس نے سر پر ایک جڑے پتھر کا چھوٹا سا صندوق اٹھا رکھا تھا۔ صندوق لا کر اس نے سونے کے ناگ کے آگے رکھ دیا اور بولا:

"خزانہ حاضر ہے عظیم ناگ دیوتا!"

خزانہ رکھ کر کرشمائی ناگ جدھر سے آیا تھا ادھر کو ہی واپس چلا گیا۔ دیوار کا سوراخ بند ہو گیا۔ سنیاسی نے جلدی جلدی صندوق کھولا تو اس کی آنکھیں حیرت اور خوشی سے چکاچوند ہو گئیں۔ اتنی دولت اتنے ہیرے موتی اس نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ سنیاسی نے ہیرے موتیوں کو اپنی گدڑی میں رکھا۔ سونے کے ناگ کو اٹھا کر سنبھالا اور وہاں سے دریا کے کنارے کنارے اوپر ہندوستان کے شمالی علاقوں یعنی دلی اور پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر عنبر نے دیکھا کہ شام کے بعد رات آگئی ہے مگر ناگ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ کچھ فکر مند سا ہو کر سوداگر کی حویلی سے نکلا اور دریا کی طرف ناگ کی تلاش میں چل پڑا۔ سوچنے لگا کہ ناگ کہاں رہ گیا۔ ہو سکتا ہے کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔ اس وقت تک تو اسے آ جانا چاہیے تھا۔ چلتے چلتے عنبر دریا کے کنارے آ گیا۔ دریا رات کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اندھیرے میں سرمئی لگ رہا تھا۔ اس نے دریا پر دُور تک نگاہ ڈالی۔ آگے جا کر دریا ایک طرف چٹانوں کی طرف گھوم گیا تھا۔

عنبر کے دل میں یہ بھی خیال تھا کہ ماریا کہاں غائب ہو گئی ہے۔ وہ بھی ابھی تک نہیں آئی۔ جوگی بابا کی پیشن گوئی غلط نہیں ہو سکتی۔ دریا کے آگے چٹانوں میں آ گیا۔ یہ وہی جگہ تھی۔ جہاں سنیاسی جادوگر نے ناگ کو لکشمی دیوی کی چٹکی ڈال کر سونے کے سانپ میں بدل ڈالا تھا۔ عنبر نے ایک چٹان کے اندر کو جاتا راستہ دیکھا۔ سوچا شاید ناگ اس کے اندر نہ بیٹھا ہو۔ عنبر چٹان کے اندر چلا گیا۔ یہ وہی چھوٹا سا مندر تھا جہاں سنیاسی نے لکشمی دیوی کا چلہ کاٹا تھا اور لکشمی دیوی نے درشن دے کر اسے جادو کی چٹکی دی تھی۔

چھوٹی سی تنگ جگہ تھی۔ دیوار میں پتھر کا لکشمی دیوی کا بُت بنا ہوا تھا اور اس کے آگے پتھر کے چبوترے پر چھوٹا سا دیا جل رہا تھا۔ یہ دیا سنیاسی نے جلایا تھا اور جاتے ہوئے وہ اُسے بجھانا بھول گیا تھا۔ عنبر نے قریب جا کر لکشمی دیوی کے بُت کو غور سے دیکھا۔ اس بُت کی شکل عورت کی تھی۔ سر پر سونے کا تاج رکھا تھا اور اس کے سات بازو تھے جو اس کے جسم کے ارد گرد پھیلے ہوئے تھے۔

ہندوستان میں اس دیوی کی بھی لوگ پوجا کرتے تھے۔ عنبر لکشمی دیوی کے بُت کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ اسے ایسا لگا جیسے

لکشمی کے بُت کے ایک بازو نے حرکت کی ہے۔ اس بازو کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ یہ سب کچھ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ عنبر نے تلوار کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ وہ پتھر تھا۔ عنبر نے سوچا کہ یہ اس کا وہم تھا۔ پھر اس نے اپنے دل سے کہا کہ مسلمان تو بتوں کو توڑنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔

عنبر نے زور سے مُکا مارا اور بت کے تین بازو توڑ ڈالے۔ اس کے بعد بُت کا سر بھی توڑ دیا۔ بُت کا سر نیچے فرش پر گر پڑا اور ٹوٹ پھوٹ گیا۔ عنبر مندر سے باہر نکلنے لگا تو اسے پیچھے سے کسی کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا جہاں بُت کا سر تھا وہاں سر کے ٹوٹ جانے سے ایک سوراخ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ آواز اس سوراخ میں سے آ رہی تھی۔ عنبر نے سوراخ میں جھانک کر دیکھا۔ اندر کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ مسکرایا۔ یہ کافروں کے بُت بھی جادو کر دیا کرتے تھے، لیکن مسلمان کا اگر ایمان مضبوط ہو تو اس پر کسی بت کے جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ عنبر مندر سے باہر آنے لگا تو وہی آواز اُسے پھر سنائی دی۔ وہ وہیں رُک گیا۔ ضرور سوراخ کے اندر کوئی ہے، کیونکہ آواز کسی انسان کی تھی جو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ آواز تامل زبان میں دی گئی تھی۔

عنبر نے سوراخ کے پاس منہ لے جا کر اسی زبان میں کہا:

"تم کون ہو اور اندر کہاں ہو؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس سوراخ میں سے بجلی کی تیز روشنی نکلی جیسے کسی کو ... عنبر حیرت سے دیکھتا رہا۔

اب عنبر کو یاد آیا کہ بیگ نے بتایا تھا کہ اس سوراخ کے اندر ایک کنواں ہے جہاں لکشمی دیوی کا بت ہے اس کے نیچے سے سیڑھیاں کنویں میں اترتی ہیں، مجھے آکر نکالو۔

عنبر نے بت کے پاؤں میں سیڑھیاں تلاش کیں۔ لکشمی کے بت کے ٹکڑے تو فرش پر بکھرے ہوئے تھے تو عنبر نے بت کے پاؤں کی جگہ پر جھک کر دیکھا تو وہاں ایک سیڑھی نظر آگئی جو نیچے جاتی تھی۔ عنبر اس سیڑھی پر سے اتر گیا۔ وہ سیڑھیاں کنویں میں اتر گیا۔ اس نے آواز دی:

"اے انسان تم کہاں ہو؟"

نیچے سے آواز آئی:

"میں یہاں تمہارے دائیں جانب ہوں۔"

عنبر نے کنویں کے اندھیرے میں غور سے دیکھا تو اسے ایک آدمی نظر آیا جو سنگل میں جکڑا ہوا دکھائی دیا۔ اس کو عنبر یقین نہیں تھا۔ بالکل خشک ہو چکا تھا۔ ہڈیوں کے پنجر میں سے کہیں کہیں ہڈیاں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ عنبر نے اس آدمی کے سنگل توڑ ڈالے تو وہ حیرت سے اسے تکنے لگا۔

"اے شخص تم ضرور کوئی بھوت ہو ورنہ اتنے مضبوط سنگل کوئی انسان نہیں توڑ سکتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میں انسان ہوں کوئی بھوت نہیں ہوں۔"

عنبر اسے کنویں سے نکال کر مندر میں لے آیا۔ اس شخص کا چہرہ سوکھا ہوا بے حد کمزور ہو رہا تھا۔ جسم سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا۔ اس نے فرش پر لکشمی دیوی کے بت کے ٹکڑے دیکھے تو خوش ہو کر بولا:

"تم ضرور مسلمان ہو گے۔"

"ہاں بھائی" عنبر نے کہا "میں مسلمان ہوں اور خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ بتوں کو توڑنا میرا فرض ہے۔ لیکن بتاؤ تم کون ہو اور تمہیں اس کنویں میں کس نے جکڑ رکھا تھا اور تم کب سے وہاں پڑے تھے؟"

اس شخص نے کہا:

"میرا نام مکند ہے۔ میں تامل علاقے کا ایک جادوگر تھا مگر ایک سنیاسی سے میرا مقابلہ ہو گیا جو یہاں جادو کا کھیل کرنے آیا تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور جادوگر تھا۔ اس نے مجھے ہرا دیا اور جادو کے زور سے زنجیروں سے جکڑ کر لکشمی کے بت کے نیچے کنویں میں پھینک دیا۔ اگر تم نہ آتے تو میں دو روز کے بعد مر جانے والا تھا۔"

عنبر نے پوچھا:

"تم کب سے کنویں میں پڑے تھے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مکند بولا:

"مجھے کنوئیں میں پڑے آج پچاس دن ہو گئے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"تم کھائے پیے بغیر زندہ کس طرح تھے؟"

مکند کہنے لگا:

"اگرچہ میری جادو کی طاقت اس خبیث سنیاسی نے مجھ سے چھین لی ہے، مگر اس کے باوجود مجھ میں اتنی طاقت باقی تھی کہ میں کافی دیر کھائے پیے بغیر زندہ رہ سکتا — لیکن اب میری طاقت بھی مجھے جواب دے گئی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے — مگر تم کون ہو اور کیسے آ گئے؟"

عنبر نے پوچھا:

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔ اگر تم ہندو ہو تو لکشمی کے بُت کے ٹکڑے دیکھ کر خوش کیوں ہوئے ہو؟"

مکند بولا:

"جادوگروں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ ویسے میں مدراس کے ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ مگر ہم لوگ ناگ دیوتا کی پوجا کرتے تھے۔ اس مندر میں بھی کسی زمانے میں ناگ دیوتا کی پوجا ہوا کرتی تھی۔"

ناگ کے نام سے عنبر چونکا۔ اس نے پوچھا:

"کیا تم نے کسی ایسے انسان کو تو نہیں دیکھا جو —"

"پھر اسے خیال آیا کہ یہ وہ اس سے کیا پوچھ رہا ہے۔ وہ تو پچاس دن سے کنوئیں میں پڑا تھا۔ اسے ناگ کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے۔ مکند نے جھٹ کہا:

"تم کس کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے۔ مجھ سے پوچھو۔ تم نے مجھے دوبارا زندگی دی ہے — میں تمہارے کام آ کر خوش ہوں گا۔"

عنبر نے سانس بھرا اور یوں ہی رسم پوری کرنے بلکہ اس شخص کی ضد پوری کرنے کے لیے بولا:

"میرا ایک بھائی ادھر آیا تھا۔ وہ نہیں مل رہا۔"

اتنا کہہ کر عنبر جانے لگا کہ یکایک اسے لگا کہ ناگ کہاں ہوگا۔

مکند نے مسکرا کر کہا —

"تم اس بات کو بھول گئے ہو کہ میں جادوگر رہ چکا ہوں۔ مجھے اس مندر سے کسی بہت بڑے سانپ کی بُو آ رہی ہے۔"

"سانپ کی بُو" عنبر نے چونک کر پوچھا:

"ہاں، سانپ کی بُو — مگر یہ بُو بھاری بھاری سی ہے۔ جیسے پتھر کی بُو ہو۔ جیسے سانپ پتھر بن گیا ہو۔"

عنبر نے جلدی سے پوچھا:

"کیا تم جادو کے زور سے پتا چلا سکتے ہو کہ میرا دوست کہاں ہوگا؟ اس کا نام ناگ ہے۔"

مکند ہنس کر بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اور وہ ناگ خود سانپ ہے"

عنبر نے کہا:

"اب جبکہ تمہیں پتا چل گیا ہے تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ ہاں، میرا دوست ناگ اصل میں ایک سانپ ہے جو انسان کی شکل میں میرے ساتھ سفر کر رہا ہے۔"

مکند نے کہا:

"تم نے اچھا کیا کہ مجھے سب کچھ بتا دیا۔ کیونکہ میرا جادو مجھے اتنا کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔"

پھر اس نے فرش پر گرے ہوئے بت کے ٹکڑے اٹھا کر انہیں ایک جگہ جمع کر کے کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور جھک کر دیے کی روشنی میں غور سے بت کے ٹکڑوں کو دیکھتا رہا۔ پھر عنبر کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگا:

"تمہارا دوست ناگ ایک بڑی بھاری مصیبت میں پھنس گیا ہے۔"

عنبر پریشان ہو گیا۔

"کون سی مصیبت؟"

مکند بولا:

"اس وقت وہ اس خبیث سنیاسی کی قید میں ایک غلام بن کر ساتھ ہے جس نے مجھے اندھے کنوئیں میں پھینکا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"... وہ بالکل ٹھیک تھا۔ ناگ بیٹے کے اندر [illegible] ہے کہ وہ کسی [illegible]
نہیں، وہ [illegible] سکتا ہے۔"

مکند نے [illegible] کہا:

"[illegible] میرے دوست ناگ کی وہ [illegible] اس نے [illegible] کیسی ہے، وہ کس حالت میں ہے؟ یہ میں پتا نہیں لگا سکتا۔ اس لئے کہ میرا جادو ختم ہو جاتا ہے۔ بس مجھے جتنا معلوم تھا، تمہیں بتا دیا۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تم اتنا بتا سکتے ہو کہ ناگ کس علاقے میں ہے؟"

مکند نے ایک بار پھر بت کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو غور سے دیکھا اور کہا:

"میں اس خبیث سنیاسی کو بندرابن کی پہاڑیوں سے گزر کر دہلی شہر کی طرف جاتے دیکھ رہا ہوں۔"

عنبر نے سمجھ لیا۔ ناگ ایک بار پھر اس کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ اس نے مکند سے ماریا کے بارے میں پوچھا کہ وہ تم اور اس خبیث کے بارے میں بھی کچھ بتا دے کہ وہ اس کا انتظار کرے یا وہاں سے ناگ کے پیچھے روانہ ہو جائے۔ مکند نے اتنا حساب لگا کر بتایا:

"ماریا کے بارے میں میرا علم کچھ نہیں بتا رہا۔"

عنبر مکند کے ساتھ مندر سے باہر آ گیا۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ مکند نے عنبر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اپنے گاؤں کی طرف روانہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوگیا۔ عنبر واپس سوداگر کی حویلی میں آگیا۔ وہ اداس تھا۔ ناگ کے بارے میں بھی اور ماریا کے بارے میں بھی۔ سوداگر سے اس نے کہا:

"میرا خیال ہے کہ اب مجھے اپنے سفر پر آگے جانا چاہیے۔ مجھے یہاں رہتے کافی دن ہوگئے ہیں۔ آپ کی مہمان نوازی میں کبھی نہیں بھولوں گا۔"

سوداگر نے پوچھا کہ وہ کس طرف کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

عنبر نے کہا:

"میں دہلی شہر کی طرف جاؤں گا۔"

سوداگر نے کہا:

"اگر تم نے سچ مچ جانے کا ارادہ کر لیا ہے، تو پھر شہر سے ہر جمعہ کی رات کو ایک قافلہ دہلی کی طرف جاتا ہے۔ تم اس کے ساتھ شامل ہوجانا۔ اس قافلے میں پالکیاں بھی ہوتی ہیں اور بیل گاڑیاں بھی اور لوگ گھوڑوں پر سفر کرتے ہیں۔ میں تمہارا بندوبست کرادوں گا۔"

جمعے کی رات کو عنبر نے سوداگر کو خدا حافظ کہا اور قافلے کے ساتھ شامل ہوکر دہلی کی طرف روانہ ہوگیا۔

عنبر کو میسور شہر سے قافلے میں شامل ہوکر گئے تین دن ہو گئے تھے کہ ماریا کا قافلہ شہر کے باہر کاروان سرائے میں آکر رُکا۔ ماریا نے اگرچہ سارا سفر بیل گاڑی میں بیٹھ کر کیا تھا، پھر بھی وہ بے حد تھک گئی تھی۔ اتنا وہ کبھی پیدل چل کر نہیں تھکی تھی۔ رات کو وہ کاروان سرائے کی چھت پر ایک خالی چارپائی پر سوگئی۔ دوسرے دن اس پر دھوپ آئی تو وہ اٹھی۔ رات بھر کی نیند نے اسے پھر سے تازہ دم کر دیا تھا۔ وہ شہر میں آگئی۔ اسے پتا چل چکا تھا کہ شہر پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ شہر کے بازاروں میں انگریز فوجی بندوقیں اٹھائے پھر رہے تھے۔ کسی کسی چوک میں وہ پہرہ بھی دے رہے تھے۔

ماریا کو ناگ اور عنبر کی تلاش تھی۔ جوگی بابا نے کہا تھا کہ ناگ اور عنبر اسے میسور شہر کے سوداگر کی حویلی میں ملیں گے۔ اب وہ سوداگر کی حویلی کو کہاں ڈھونڈے۔ یہی خیال دل میں لے کر ماریا دن کی روشنی میں شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں میں گھوم رہی تھی۔ وہ کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ وہ تو خود غائب تھی۔ شہر میں کئی سوداگر رہتے تھے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شہر کی ساری حویلیاں ایک ایک کرکے دیکھے گی۔

چنانچہ اس روز شام تک اس نے شہر کی کتنی ہی پرانی قسم کی حویلیاں دیکھ ڈالیں۔ اسے کسی حویلی میں بھی ناگ یا عنبر دکھائی نہ دیے۔ دوسرے دن بھی وہ اسی کھوج میں رہی۔ جس جگہ اسے کوئی حویلی نظر آتی، وہ اس میں داخل ہوجاتی۔ اسے کوئی دیکھ تو سکتا نہیں تھا۔ وہ بڑے آرام سے حویلی کے دالان، چھت، کوٹھا اور ایک ایک کوٹھڑی کو دیکھتے ہوئے چلتی رہی مگر ناگ اور عنبر اسے کہیں نہ ملے۔

ماریا کو میسور میں آئے چھ روز گزر گئے تھے۔ اس عرصے میں اس نے شہر کی کوئی حویلی نہ چھوڑی۔ ایک روز تو اس نے محل بھی کھوج ڈالا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں اور ناگ کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ماریا بے چین ہو گئی ۔۔ اسے یقین ہونے لگا کہ وہ شہر چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں ۔۔ ماریا نے بھی وہاں سے دہلی کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ ایک سرائے میں آ گئی ۔۔ وہاں ایک آدمی کو باتیں کرتے سنا کہ دہلی کو قافلہ جمعہ کی رات کو روانہ ہوگا ۔۔ ماریا نے اس قافلے میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا ۔۔ جمعرات کا دن تھا کہ ماریا قافلہ روانہ ہونے سے پہلے دریا کی طرف سیر کرتے آ نکلی ۔۔

دریا کی سیر کرتے کرتے وہ کالی چٹان کی طرف آ گئی جس میں ایک مندر تھا ۔۔ ماریا نے مندر میں داخل ہو کر دیکھا کہ فرش پر کشمیری ... بہت ٹوٹ پھوٹ پڑی ہے ۔۔ ماریا نے خیال کیا کہ شاید کسی زلزلے کی وجہ سے یہ چھت ٹوٹ کر گر پڑا ہوگا ۔۔ ایک پل کے لیے ناگ اور عنبر کی سی خوشبو آئی ۔۔ مگر یہ خوشبو کہیں اس کے قریب سے ہو کر نکل گئی ماریا نے محسوس کیا کہ یہ شاید ناگ اور عنبر نے کہیں قریب ... وہاں ان کا کوئی ثبوت نہیں تھا ۔

ماریا کچھ دیر مندر میں کھوج لگاتی رہی لیکن جب کچھ معلوم نہ ہوا تو وہ مندر سے نکل کر واپس شہر کی طرف چل پڑی ۔۔ راستے میں اس کا گزر ایک قبرستان سے ہوا ۔۔ اس نے دیکھا کہ جگہ جگہ قبریں کھدی ہوئی ہیں ... ماریا ... کسی نے قبروں کی ... قبروں کو ... کھود ... ڈالا ہے ...

ہیں ۔۔ اس نے دو آدمیوں کو دیکھا کہ ... قبر اکھاڑ کر تابوت الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں ۔۔ ماریا ان کے قریب آ گئی کہ دیکھے یہ کون لوگ ہیں اور قبر میں کیا تلاش کرتے پھرتے ہیں ۔۔ ... کالے کپڑے پہنے ہوئے ... تھے ۔۔ ناک تک چہرے رومال میں چھپے تھے ۔۔ آنکھیں خوفناک ... وہ تابوت کا ڈھکن اکھاڑ کر پرے پھینکتے ۔۔ اس کے اندر سے مردہ نکال کر اس کے کفن کو الٹ پلٹ کر دیکھتے اور جب انہیں وہ چیز نہ ملتی جس کی انہیں تلاش تھی تو دوسری قبر کی طرف آ جاتے ۔۔ وہ ایک قبر کھودتے ہوئے باتیں کرنے لگے ۔۔

" ... اگر اس قبر میں بھی نقشہ نہ ملا تو پھر چلے چلیں گے ۔۔ انگریز بہادر کے فوجی ادھر آ گئے تو پکڑ لیں گے "

دوسرا ساتھی کہنے لگا :

" ہاں بھئی ہیرو ، ایسا ہی کریں گے یار ۔۔ بھگوان کی کرپا سے نقشہ مل جائے گا پیارے ۔۔ "

ماریا کو اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ وہ کسی نقشے کی تلاش میں ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ نقشہ کسی خزانے کا ہی ہو سکتا ہے ۔۔ ماریا ان کے قریب کھڑی ہو کر ان کی باتیں سننے لگی اور یہ بھی دیکھنے لگی کہ وہ کیا کرتے ہیں ۔۔ قبر کھود کر انہوں نے اس کے اندر سے تابوت کھینچ کر نکالا اور مردے کا کفن کھول کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے ۔ پھر ...

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کفن چور نے مردے کے سرہانے کے نیچے سے ایک چھوٹا سا موی کاغذ نکال کر اسے کھولا اور اپنے ساتھی کو دکھا کر بولا:

"لو رے کلوا، مل گیا خزانہ"

دونوں نقشے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور قبر کو اسی طرح کھلا چھوڑ کر قبرستان سے شہر کی طرف چل پڑے — ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ تھی — وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ لوگ کس جگہ سے جا کر خزانہ کھودتے ہیں۔

دونوں کفن چور شہر کے اندر ایک گلی میں آ گئے۔ یہاں مکانوں کے چھجے آج سے ڈھائی سو سال پہلے کے مکانوں کے تھے اور باہر کو نکلے ہوتے تھے — مکانوں کے دروازے بڑے بڑے تھے — یہ امیر لوگوں کا محلہ لگتا تھا — ماریا اس محلے میں پہلے نہیں آئی تھی — کفن چور ایک حویلی کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے — گلی سنسان تھی۔ انہوں نے ایک نظر نقشے پر ڈالی —

"کلوا، یہی حویلی ہے — اس کے جنوبی کمرے کے نیچے تہہ خانہ ہے — جہاں خزانے کا بکس ہے"

"ہاں رے، اب اندر بھی چل"

"تمہارے پاس ہتھیار ہے نا؟"

"کیوں نہیں رے — اگر ضرورت پڑی تو تم جانتے ہو، میں بڑی آسانی سے قتل کر سکتا ہوں — پہلے ہی چھ آدمیوں کو قتل کر چکا ہوں"

اب وہ دونوں بڑے غریب اور بیمار سے بن گئے اور دروازے پر

دستک دی — یہ وہی حویلی تھی جس میں عنبر اور ناگ مہمان بن کر رہے تھے — وہی سوداگر دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اسے دیکھ کر دونوں کفن چور روتے ہوئے بولے:

"ٹھاکر جی، خدا آپ کا اقبال بلند کرے — ہم بیمار ہیں، غریب مزدور ہیں — انگریز بہادر کی فوج نے ہمارے گھر بار اجاڑ دیے — بیوی بچوں کو مار ڈالا — ہم پر رحم کریں — آپ سخی لوگ ہیں — آپ کی حویلی کے باہر پہرہ دیا کریں گے اور آپ کے بچوں کو دعا دیں گے"

سوداگر بڑا رحمدل تھا — اسے رحم آ گیا، بولا:

"اچھا اندر آ جاؤ"

کفن چور بڑے خوش ہوئے اور سوداگر کے ساتھ حویلی میں داخل ہو گئے — ماریا بھی ان کے ساتھ ہی حویلی میں چلی گئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حویلی میں ڈاکا

سوداگر کی حویلی کافی بڑی تھی۔

ماریا کو ابھی تک خبر نہیں تھی کہ یہ وہی سوداگر ہے۔ جہاں عمر اور ناگ مہمان اُترے ہوئے تھے۔ اس حویلی کو ماریا نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ سوداگر کی بیوی اور بیٹی بڑے سکون سے حویلی میں رہ رہے تھے۔ کفن چوروں کو چوکیداری کے کام پر لگا دیا گیا۔ ماریا اس انتظار میں تھی کہ کفن چور کب حویلی کے تہہ خانے کا رخ کرتے ہیں۔ حویلی کے اوپر والے ایک خالی کمرے میں ماریا نے اپنا ٹھکانا بنا لیا تھا۔

اسی دن کا ذکر ہے کہ شام کے وقت سوداگر اپنی بیٹی اور بیوی کے ساتھ بیٹھا قہوہ پیتے ہوئے باتیں کر رہا تھا۔ باتیں اپنے خاندان کی بعض قیمتی چیزوں کے بارے میں ہونے لگیں۔ سوداگر نے آہ بھر کر کہا:

"ہمارا بہت سا سامان انگریزوں کے قبضے کی وجہ سے لُٹ گیا۔ مگر پھر بھی کچھ چیزیں بچ گئی ہیں۔"

سوداگر کی بیوی نے کہا:

"یہ بھی اگر میں عقلمندی کر کے جواہرات کا بکس تہہ خانے میں نہ رکھوا دیتی تو وہ بھی انگریزی فوج لوٹ کر لے جاتی۔"

سوداگر کی بیٹی بولی:

"امی حضور! ان جواہرات کو ہم نے کس لیے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ میں تو کہتی ہوں اسے بیچ کر غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ زندگی کا کیا بھروسا۔"

سوداگر کی بیوی تنک کر بولی:

"کیوں تقسیم کر دیں اپنے خاندانی جواہرات کو بھلا۔ یہ جواہرات تو سات پشتوں سے ہمارے خاندان میں چلے آ رہے ہیں اور تم بھی کان کھول کر سن لو کہ جب ہم مر گئے تو تم اسی طرح جواہرات کے خزانے کی حفاظت کرو گی جس طرح کہ ہم نے آج تک کی ہے!"

پھر اس نے سوداگر کی طرف مُڑ کر کہا:

"آپ نے تہہ خانے کی چابیاں سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں نا؟"

"کیوں نہیں، چابیاں ہمیشہ میرے سرہانے کے نیچے رہتی ہیں۔ اور خزانے کا نقشہ قبرستان میں چھپا دیا ہے۔ وہاں کسی کو شک بھی نہیں پڑ سکتا۔"

اتنے میں ایک کفن چور اندر آ گیا اور بڑی عاجزی سے بولا:

"ٹھاکر حضور، قہوہ اور لاؤں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سوداگر کی بیوی کو کفن چور کا اس وقت آنا ناگوار لگا۔ غصے میں بولی:

"تم کس لیے آگئے؟ خانساماں کو کیوں نہیں بھیجا پوچھنے کے لیے؟"

کفن چور ہاتھ باندھ کر مکاری سے بولا:

"بیگم حضور، غلطی ہو گئی۔ خانساماں برتن رکھوا رہا تھا۔ اس لیے میں آ گیا۔ جاتا ہوں مائی باپ۔"

اور کفن چور واپس چلا گیا۔ اصل میں وہ ایک طرف ستون کے پردے کے پیچھے کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ گویا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ تہ خانے کی چابیاں سوداگر ہمیشہ اپنے سرہانے کے نیچے رکھتا ہے۔ ماریا بھی وہیں ایک طرف کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ پیچھے سے نکل کر کفن چور کے پیچھے چل پڑی۔ کفن چور حویلی کے صدر دروازے سے باہر اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ جہاں اس کا دوسرا ساتھی کفن چور چھری تیز کر رہا تھا۔ پہلے کفن چور نے اندر داخل ہوتے ہی کہا:

"کلوا، میدان مار لیا پیارے۔ چابی رات کو سوداگر اپنے سرہانے رکھتا ہے۔"

اس پر کلوا بھی خوش ہو کر بولا:

"تو پھر دیر کس بات کی بھیا۔ آج رات ہی خزانہ اڑا کر رفوچکر ہو جائیں گے اور اگر کوئی سامنے آیا تو اسے ٹھکانے لگا دیں گے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

"بڑا اچھا خیال ہے کلوا رے۔"

ماریا نے ایک ترکیب سوچی اور سوداگر کے سونے کے کمرے میں آ گئی۔ اس نے سوداگر کے بڑے پلنگ پر چابی تلاش کی۔ چابی وہاں نہیں تھی۔ چابی سوداگر رات کو سرہانے کے نیچے رکھتا تھا۔ اس وقت چابی ضرور اس کے پاس ہی ہو گی۔ ماریا سوداگر کے پاس جانے لگی کہ اس کی جیب سے خاموشی کے ساتھ چابی نکال لے کہ دروازے کا پردہ ہٹا اور سوداگر اندر داخل ہوا۔ اس نے اپنی کلاہ دار پگڑی تپائی پر اتار کر رکھ دی اور اچکن اتارتے ہوئے پلنگ کی طرف بڑھا۔ شاید وہ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے آیا تھا۔ پھر اس نے اچکن کی جیب میں سے خزانے کے تہ خانے کی چابی نکال کر پلنگ کے سرہانے کے نیچے رکھ دی اور پانی پینے کے لیے چاندی کی صراحی کی طرف گیا۔ اتنی دیر میں ماریا نے سرہانے کے نیچے سے چابی نکال لی تھی۔

چابی لے کر ماریا سیدھی مکان کے جنوبی کمرے کی طرف چل پڑی۔ حویلی کے جنوب میں صرف ایک ہی کمرہ تھا جس کے دروازے پر پردہ گرا ہوا تھا۔ ماریا پردہ اٹھا کر کمرے میں آ گئی۔ یہاں دو پرانے اور بڑے بڑے پلنگ پڑے تھے۔ کونے میں اناج کا ڈھیر لگا تھا۔ ایک طرف تہ خانے کا دروازہ تھا۔ ماریا دروازہ کھول کر تہ خانے میں اتر گئی۔ یہاں اندھیرا تھا، مگر ماریا کو سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں ایک بڑا لکڑی کا صندوق پڑا ہے۔ صندوق کھولا تو ماریا نے اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے اندر ایک چھوٹا سا چمڑے کا بکس پڑا ہوا دیکھا۔ اسے کھولا تو اندر سبز سرخ نیلے اور سفید ہیرے جواہرات جگمگا رہے تھے۔

یہی سوداگر کا خاندانی خزانہ تھا جس کی قیمت اس زمانے میں لاکھوں روپے تک پہنچتی تھی — ماریا نے بکس میں سے سارے جواہرات نکال کر ایک رومال میں باندھے اور صندوق بند کر دیا — پھر وہ تہ خانے سے باہر آ گئی اور تالا لگا کر سوداگر کے کمرے میں آ گئی —

سوداگر پلنگ پر سو رہا تھا — ماریا نے چابی بڑے آرام سے اُس کے سرہانے کے نیچے رکھ دی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے جواہرات کی پوٹلی اسی کمرے میں، ایک الماری کے نیچے چھپا کر رکھ دی۔ اب وہ رات کا انتظار کرنے لگی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا، دونوں کفن چور آج رات ڈاکا مارنے والے ہیں —

رات کو سوداگر کی بیٹی اور بیوی نے ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا اور ایک بار پھر خاندانی جواہرات کا ذکر شروع ہو گیا۔ سوداگر کی بیٹی نے پوچھا:

"ابا حضور، اس جواہرات کا ایک نقشہ ہمارے خاندان میں ہوا کرتا تھا — وہ اب کہیں نظر نہیں آتا"

سوداگر نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:

"بیٹی، ایک نقشہ ہمارے خاندان میں ہوا کرتا تھا — لیکن اُسے میں نے اس خیال سے اپنے بڑے بھائی کی لاش کے ساتھ ہی تابوت

میں بند کر کے دفن کر دیا کہ کسی کے ہاتھ نہ آ جائے"

سوداگر کی بیوی بولی:

"اب تو سوائے ہمارے اور کسی کو معلوم نہیں کہ ہمارے خاندانی جواہرات کس جگہ پڑے ہیں"

ماریا نے دل میں سوچا کہ ان کو کیا معلوم کہ پتا لگانے والوں نے پتا لگا لیا ہے اور آج رات وہ ڈاکا ڈالنے والے ہیں۔ اتنے میں وہاں ایک ایسی بات ہوئی کہ جس سے ماریا کے کان کھڑے ہو گئے۔ سوداگر کی بیوی کہنے لگی —

"وہ دونوں دوست خدا جانے کہاں ہوں گے — انھوں نے ہماری بچی کو جس طرح انگریز فوجیوں سے بچایا، میں ان کا احسان ساری عمر یاد رکھوں گی"

سوداگر نے کہا:

"ہاں، وہ بڑے نیک نوجوان تھے اور بہادر بھی — کچھ جادو وغیرہ بھی جانتے تھے۔ خدا کرے کہ وہ جہاں بھی ہوں خوش ہوں اور انھیں اُن کی بہن بھی مل گئی ہو"

سوداگر کی بیٹی بولی:

"ہمیں چاہیے تھا کہ اپنے خاندانی جواہرات کا کچھ حصہ انھیں انعام کے طور پر دے دیتے"

سوداگر کی بیوی نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ارے پگلی! انہیں دولت پیسے کا لالچ نہیں تھا وہ تو اللہ کے فقیر تھے — بس خلق خدا کی خدمت کرتے تھے اور خوش رہتے تھے۔ کیا نام تھا ان کا جی؟ میں ان کا نام بھول رہی ہوں۔"

سوداگر نے کہا:

"ایک کا نام عنبر تھا شاید اور دوسرے کا نام بھول رہا ہوں۔"

ماریا کو دوسرے کا نام معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ دوسرے کا نام ناگ تھا — وہ چونک پڑی۔ کیونکہ اسے ان لوگوں سے عنبر اور ناگ کی خیریت معلوم ہو گئی تھی، مگر اب یہ معلوم کرنا باقی تھا کہ وہ کس طرف گئے ہیں — اس سوال کا جواب بھی اُسے جلد ہی مل گیا۔ سوداگر نے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہوئے کہا:

"دہلی کی طرف قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ میرا خیال ہے، پہنچ گئے ہوں گے اب تک، کتنے دن تو ہو گئے ہیں۔"

اچھا تو عنبر اور ناگ دہلی کی طرف گئے ہیں — ماریا نے سوچا۔ وہ خوش ہو گئی — اب وہ بھی جلدی سے دہلی کی طرف روانہ ہو جانا چاہتی تھی، مگر وہ کفن چوروں کا ڈراما بھی ضرور دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آگئی اور آدھی رات ہونے کا انتظار کرنے لگی کیونکہ کفن چور آدھی رات کو ڈاکا ڈالنے والے تھے۔

اس زمانے میں گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں — ہر ایک گھنٹے کے بعد شہر میں گجر بجتا تھا — ماریا کمرے میں بیٹھی جواہرات کو نکال کر دیکھتی رہی۔ بڑے خوب صورت شفاف اور قیمتی جواہرات تھے — پھر اس نے انہیں پوٹلی میں باندھ کر الماری کے نیچے چھپا کر رکھ دیا۔ جب آدھی رات کا گجر بجا تو ماریا اپنے کمرے سے نکل کر سوداگر کے کمرے میں آگئی — سوداگر میٹھی نیند سو رہا تھا — ماریا جانتی تھی کہ کفن چور تہہ خانے کی چابیاں لینے ابھی آئیں گے — وہ اس لیے وہاں آ گئی تھی کہ سوداگر اگر جاگ پڑا تو کفن چور اُسے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں — وہ سوداگر کی زندگی بچا سکے —

شہر میں خاموشی تھی۔ خوابگاہ میں سناٹا تھا — حویلی میں سبھی سو رہے تھے۔ اتنے میں ماریا کو آہٹ سنائی دی۔ پھر دروازے کا پردہ ہٹا اور ایک کفن چور منہ سر کپڑے میں ڈھانپے، ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر پکڑے اندر داخل ہوا — وہ دبے پاؤں چلتا سوداگر کے پلنگ پر سرہانے کی طرف آگیا — اس نے جھک کر دیکھا کہ سوداگر گہری نیند سو رہا ہے۔ پھر آہستہ سے سرہانے کے نیچے ہاتھ ڈال کر بڑی ہوشیاری کے ساتھ تہہ خانے کی چابیاں نکال لیں اور دبے پاؤں واپس چلا گیا — ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے گئی —

کفن چور کا دوسرا ساتھی باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پہلے کفن چور نے چابی دکھا کر کہا:

"کام ہو گیا ہے"

وہ حویلی کے جنوبی کمرے میں آگئے — انہوں نے تہہ خانے کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دروازہ چابی لگا کر کھولا اور تہہ خانے میں اُتر گئے— وہاں صندوق پڑا تھا۔ انہوں نے پتھر رگڑ کر موم بتی جلائی اور دیکھا کہ صندوق بالکل خالی پڑا تھا اور اس میں سے جواہرات کا بکس غائب تھا— حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے—

ماریا نے انہیں وہیں حیران چھوڑا اور سیدھی سوداگر کی خوابگاہ میں آ گئی— سوداگر اسی طرح گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا— ماریا اسے جگا کر ڈرانا شروع کرنا چاہتی تھی۔ اس نے سوداگر کے سرہانے کے نیچے ہاتھ ڈال کر زور سے باہر کو کھینچ لیا— سوداگر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا— سرہانے کو اٹھا کر دیکھا— تہہ خانے والے جواہرات کی چابیاں غائب تھیں— اس نے شور مچا دیا اور پہرے داروں کو آواز دی۔ مگر پہرے دار تو خود ڈاکا مار رہے تھے— وہ کہاں سے آتے؟

سوداگر کے شور سے اس کی بیوی اور بیٹی بھی وہاں آ گئیں— سوداگر نے کہا:

"جلدی سے تہہ خانے میں میرے ساتھ آؤ۔ چابیاں غائب ہیں اور چوکیدار دونوں ہی یہاں نہیں ہیں— اس کا مطلب ہے کہ وہ جواہرات چرا کر لے گئے ہیں۔"

وہ سب کے سب تہہ خانے کی طرف بھاگے۔ ابھی مکان کے جنوبی کمرے کے باہر ہی تھے کہ دونوں کفن چور باہر نکلتے نظر آئے۔ سوداگر چلّا کر کہا:

"خبردار، تم چور ہو— جواہرات چرا کر یہاں سے باہر نہیں جا سکتے۔"

سوداگر کے پاس سوائے ایک چھوٹے چاقو کے اور کوئی ہتھیار نہیں تھا، جب کہ دونوں کفن چوروں نے لمبے لمبے خنجر نکال لیے تھے اور وہ سخت طیش میں تھے— ایک تو انہیں جواہرات نہیں ملے تھے، اوپر سے انہیں چور سمجھ کر پکڑا جا رہا تھا— اس زمانے میں میسور میں چوروں کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے تھے— سوداگر کی بیٹی اور بیوی ڈر کر سوداگر کے پیچھے آ گئیں— کفن چوروں میں سے ایک نے لپک کر سوداگر کی بیٹی کو گردن سے دبوچ لیا اور خنجر اس کی گردن پہ رکھ کر کہا:

"بتاؤ جواہرات کہاں ہیں، نہیں تو ابھی تمہاری بیٹی کی گردن دھڑ سے الگ کر دوں گا۔"

سوداگر کی بیوی تھر تھر کانپ رہی تھی— اسے دوسرے کفن چور نے دبوچ لیا تھا— سوداگر نے حیران ہو کر پوچھا:

"جواہرات تو تہہ خانے کے صندوق میں تھے۔ تم چابیاں چرا کر لے گئے تھے۔ جواہرات تمہارے پاس ہونے چاہییں۔"

کفن چور نے کڑک کر کہا:

"بکواس بند کرو— ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ جواہرات صندوق میں نہیں ہیں— تم نے پہلے ہی وہاں سے نکال رکھے ہیں— بتاؤ جواہرات کہاں ہیں؟"

سوداگر پریشان ہو کر کبھی اپنی بیوی کو اور کبھی بیٹی کو دیکھتا کہ یہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پڑا کیا کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں — اس نے قسم کھا کر کفن چوروں کو بتایا کہ جواہرات اس کے پاس کہیں نہیں ہیں — اس نے تہ خانے کے صندوق میں ہی رکھے تھے —

کفن چوروں کو یقین نہیں آرہا تھا اور سوداگر الگ پریشان تھا کہ اگر جواہرات کا بکس ان لوگوں کے پاس نہیں ہے تو پھر کہاں چلا گیا۔ کیونکہ وہ تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ کفن چوروں نے سوداگر کی بیٹی کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور کہا کہ وہ اسے لے جا رہے ہیں — جواہرات دے کر چھڑوا لینا — سوداگر کی بیوی کفن چوروں کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی —

"تم ہمارے گھر کا سارا سامان لے جاؤ۔ لیکن خدا کے لیے میری بچی چھوڑ جاؤ"

دونوں کفن چور نفرت سے ہنسے —

"واہ ری بیگم — تمہارے گھر میں سوائے جواہرات کے اور ہے بھی کیا جو ہم لے جائیں۔ اپنے میاں سے کہو کہ اگر بیٹی عزیز ہے تو بتا دے وہ کہاں رکھا ہے"

اور وہ دونوں اپنے زرد دانت نکال کر ہنسنے لگے۔

"چلو رے کلوا — لے چلو اِسی چھوٹی بیگم کو"

سوداگر کی بیٹی نے بہت ہاتھ پاؤں مارے، مگر کفن چور ہنستے رہے۔ وہ اسے کھینچ کر سیڑھیوں کی طرف لے چلے — سوداگر بے چارہ زیادہ کمزور انسان تھا۔ وہ بھی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ جواہرات اس کے پاس نہیں ہیں۔ اس کی بیٹی کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر دونوں کفن چوروں پر تو دولت کا بھوت سوار تھا۔ وہ سوداگر کی بیٹی کو کھینچ کر آگے بڑھے — ماریا ایک طرف کھڑی خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اب ڈراما کافی سے زیادہ ہو گیا تھا اور معاملہ نازک ہو چکا تھا۔ اسے سوداگر کی مدد کرنا چاہیے تھی — کیونکہ جواہرات کی چوری اسی کے کمرے میں تھی — ماریا سیڑھیوں کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ جونہی کفن چور سوداگر کی بیٹی کو کھینچتے ہوئے وہاں آئے، ماریا نے ایک کفن چور کی گردن پر زور سے الٹا ہاتھ مارا۔ اس کے ہاتھ سے خنجر اور سوداگر کی بیٹی نکل گئی اور خود زمین پر منہ کے بل گر پڑا —

دوسرے کفن چور نے خنجر سنبھال کر کہا:

"ارے کلوا! کیا ہو گیا رے تجھے۔ کیا [illegible]"

کفن چور کلوا کی گردن پر ماریا کا ہاتھ بڑے زور سے پڑا تھا اور اس کی گردن کا منکا ٹوٹ چکا تھا اور اپنی جگہ سے بالکل ہل گیا تھا — دوسرا کفن چور اس پر جھکا تو ماریا نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کھینچا اور آواز کو بھاری بنا کر کہا:

"یہ تو مر گیا ہے — اب تمہاری باری ہے"

کفن چور، سوداگر، سوداگر کی بیوی اور بیٹی ماریا کی غیبی آواز سن کر سکتے میں آگئے — کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے۔ ماریا نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کفن چور سے کہا:

"تو نے بڑے لوگوں کو مارا ہے۔ تمہیں اب مر جانا چاہیے، جبکہ تمہارا ساتھی مر گیا ہے — اس نے بھی بڑے قتل کیے ہیں۔"

کفن چور کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور وہ کانپ رہا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ دیوی دیوتاؤں کو ماننے والے تھے اور اس کا خیال تھا کہ موت کی دیوی وہاں آ گئی ہے۔ اس نے کپکپاتی آواز میں کہا:

"دیوی! شما کر دو — معاف کر دو۔"

ماریا نے کہا:

"نہیں، تم نے کئی لوگوں کو ناحق مارا ہے، اب تم پر بھی رحم نہیں کھاؤں گی، بلکہ اب میں تمہیں کھاؤں گی۔"

اور ماریا نے کفن چور کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر مکان کی کھڑکی سے باہر ایک پتھر کی طرح اچھال دیا — کفن چور قلابازیاں کھاتا نیچے گلی کے فرش کے پتھروں پر زور سے جا کر گرا اور ختم ہو گیا۔

اب وہاں سوداگر کے خاندان کے سوا اور کوئی نہیں تھا — وہ بھی سہمے ہوئے تھے کہ ان کے گھر میں یہ جن بھوت کہاں سے آ گیا ہے۔

ماریا نے نرم آواز میں کہا:

"آپ لوگ گھبرائیں نہیں — میں آپ کی دوست ہوں — صرف قانون کی خلاف ورزی کرنے والے اور انسانوں کو ناحق قتل کرنے والوں کی دشمن ہوں۔"

سوداگر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا:

"لیکن بیٹی، تم ہو کون؟"

ماریا نے کہا:

"یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے تم لوگ میرے ساتھ اوپر والے کمرے میں آؤ — تم لوگ چونکہ مجھے دیکھ نہیں سکتے، اس لیے میں تم سے پہلے وہاں پہنچ رہی ہوں۔"

ماریا دروازے میں سے گزر کر پہلے ہی اوپر والے کمرے میں پہنچ گئی۔ سوداگر اپنی بیوی اور بیٹی کو لے کر بعد میں آیا — کمرہ خالی تھا مگر ماریا وہاں موجود تھی — سوداگر کی بیٹی نے ڈرتے ڈرتے باپ سے کہا:

"ابا جان! مجھے تو ڈر لگ رہا ہے — یہ کوئی بھٹکی ہوئی روح ہے۔ ہمیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

ماریا نے یہ سن کر کہا:

"میں بھٹکی ہوئی روح نہیں ہوں، بلکہ تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں۔ اس سے زیادہ میں تم لوگوں کو اور کچھ نہیں بتا سکتی۔"

سوداگر نے اس طرف منہ کر کے جس طرف سے ماریا کی آواز آئی تھی، کہا:

"بیٹی ماریا، تم نے قاتلوں سے ہماری جان بچائی ہے۔ ہم تمہارے بڑے شکر گزار ہیں لیکن کیا تم ہمیں بتا سکتی ہو کہ ہمارے خاندانی جواہرات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کہاں چلے گئے ہیں ؟"

ماریا نے کہا :

"میں آپ کے خاندانی جواہرات کے لیے ہی یہاں آئی ہوں اور آپ کو بھی اسی لیے بلایا ہے کہ آپ کی امانت آپ کے حوالے کر دی جائے۔"

سوداگر کی بیوی اور سوداگر نے خوشی کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا —

"کیا جواہرات چوری نہیں ہوئے اے مقدس روح ؟"

"نہیں جواہرات کا بکس میں تہہ خانے سے پہلے ہی جا کر نکال لائی تھی — یہ سامنے والی الماری کے نیچے ایک پوٹلی رکھی ہے اسے کھول کر اپنی امانت سنبھال لیں۔"

سوداگر نے لپک کر الماری کے نیچے ہاتھ ڈال کر پوٹلی نکالی۔ اسے کھولا تو اس کے اندر جواہرات چمک رہے تھے۔ سوداگر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"ماریا بیٹی، تم نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے — یہ جواہرات چوری ہو جاتے تو ہمارے خاندان پر تباہی آ جاتی اور ہمارے بڑوں کی روح ہم سے ناراض ہو جاتی۔"

ماریا نے کہا :

تہہ خانے کا نقشہ تیار کرتے آئے تھے — میں قبرستان میں ناگ اور عنبر کی تلاش میں پھر رہی تھی کہ ان کی باتیں سنیں اور ان کے ساتھ یہاں تک آ گئی — میں بھی بڑی خوش ہوں کہ آپ کی وجہ سے مجھے ناگ اور عنبر کا پتا مل گیا۔"

سوداگر نے کہا :

"خدا نے چاہا تو تمہارے بھائی تمہیں ضرور مل جائیں گے۔ تم وہاں کیسے پہنچو گی ؟"

سوداگر کی بیٹی نے کہا :

"تم تو روح ہو، تم اڑ کر بھی وہاں جا سکتی ہو۔"

ماریا نے کہا :

"میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں روح نہیں ہوں بلکہ تمہاری طرح ایک انسان ہوں — فرق صرف اتنا ہے کہ میں غائب ہوں اور کسی کو نظر نہیں آتی۔"

سوداگر نے کہا :

"تو کیا بیٹی تم کسی قافلے کے ساتھ مل کر وہاں جاؤ گی ؟"

"ہاں۔" ماریا نے جواب دیا : "قافلہ جمعرات کی شام کو روانہ ہو رہا ہے میں اس کے ساتھ شریک ہو جاؤں گی۔"

سوداگر کی بیوی کہنے لگی :

"بیٹی، اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ — ہمیں بڑی خوشی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا نے کہا:

"شکریہ! میں کھائے پیے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں۔ قافلہ کل روانہ ہونے والا ہے۔ میں رات اسی کمرے میں بسر کروں گی۔ صبح یہاں سے نکل جاؤں گی۔"

وہ رات ماریا نے حویلی کی دوسری منزل والے کمرے میں بسر کی۔ صبح اس نے سوداگر سے اجازت لی اور سیدھی کاروان سرائے آگئی۔ کاروان سرائے میں قافلہ تیار ہو رہا تھا۔ پالکیاں تیار کی جا رہی تھیں۔ گھوڑوں پر ساز کسا جا رہا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں اونٹوں پر لادی جا رہی تھیں۔ مسافر سامان باندھ رہے تھے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ قافلہ سورج غروب ہونے کے بعد ہی چل پڑے گا۔

ماریا سیر کرتے کرتے شاہی محل کی طرف آگئی۔ محل کے باہر انگریز سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ماریا کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس لیے وہ بڑی آزادی سے محل کے اندر داخل ہو گئی۔ سلطان ٹیپو کے شہید ہو جانے کے بعد محل کی ساری رونق ختم ہو گئی تھی۔ ہر طرف ایک اداسی چھائی ہوئی تھی۔ شاہی حرم کی خواتین اپنے کمروں سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔

محل کے پیچھے شاہی قبرستان تھا۔ جہاں سلطان شہید کا مزار بھی تھا۔ ابھی قبر کچی تھی اور اس پر کلمہ شریف والی سیاہ چادر اور پھولوں کے

ہار چڑھے ہوئے تھے۔ اگربتیاں سلگ رہی تھیں۔ کچھ پردہ دار خواتین ایک طرف بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں۔

ماریا نے بھی سلطان شہید کی روح کے لیے خدا سے دعا مانگی اور شاہی محل کی طرف آگئی۔ شاہی باغ میں قسم قسم کے درخت پھول اور پودے لگے تھے۔ فوارے چل رہے تھے۔ انگریزی سپاہی جگہ جگہ چل پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔ شاہی حرم کے باہر ہندوستانی مسلمان سپاہی کھڑے تھے۔ ماریا کو شاہی محل کے ایک دیوان کی جانب سے بین بجانے کی آواز آئی۔ وہ اس طرف چل پڑی۔ بین کی آواز دیوانِ عام کے ایک باغ سے آ رہی تھی۔ وہ باغ میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک جگہ سنگ مرمر کی شاندار کشادہ بارہ دری میں کچھ انگریز فوجی افسر کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور ان کے درمیان ایک ہندوستانی کالا کلوٹا سپیرا سانپ کی بند پٹاری آگے رکھے بین بجا رہا ہے۔

ماریا کو سانپ کی پٹاری دیکھ کر ناگ یاد آگیا اور وہ اپنے بھائی ناگ اور عنبر کو یاد کر کے اداس ہو گئی۔ سپیرا جھوم جھوم کر بین بجا رہا تھا۔ ابھی اس نے پٹاری میں سے سانپ نہیں نکالا تھا۔ انگریز فوجی افسر بڑے شوق سے سانپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سپیرے نے اچانک بین بجانی بند کر دی اور انگریز فوجیوں کی طرف ہاتھ باندھ کر کہا:

"مائی باپ! ابھی میں آپ کی خدمت میں ہندوستان کا سب سے زہریلا چتیر کالا ناگ پیش کروں گا۔ مگر میں سب کو خبردار کروں گا کہ کوئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنی جگہ سے نہ ہلے — کیونکہ یہ سانپ سانپوں کا بادشاہ ہے اور میں نے اس کا زہر نہیں نکالا۔"

انگریز بوڑھے کرنل نے سفید مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:
"تم سانپ نکالو تو سہی — میں نے بھی ہندوستان کے بڑے بڑے زہریلے سانپ دیکھے ہیں۔"

سپیرے نے دوبارا بین بجانا شروع کر دی — ماریا خاموش بارہ دری کے ستون کے ساتھ لگ کر کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی — سپیرے نے بین بجاتے بجاتے بائیں ہاتھ سے پٹاری کا ڈھکن اٹھا کر پرے رکھ دیا — پھر رومال سے پٹاری کے اوپر ہاتھ مارا — پٹاری میں سے سانپ کی پھنکار سنائی دی — سپیرے نے ہاتھ اُوپر کر لیا اور خود بھی پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا — وہ بین بجاتے جا رہا تھا — تھوڑی دیر بعد پٹاری میں سے کالے رنگ کا سانپ باہر نکلا اور اپنا پھن اٹھا کر چاروں طرف گھوم کر تکنے لگا — اس کی زبان بار بار پھڑک رہی تھی — سانپ کی پھنکاریں سُن کر انگریز فوجی بھی کرسیاں گھسیٹ کر پیچھے پیچھے ہٹ گئے۔ سانپ کو ایک خاص بُو محسوس ہوئی — یہ ناگ دیوتا کی بُو تھی جو ماریا کے جسم سے اُٹھ رہی تھی — سانپ نے اس طرف پھن کا رُخ کر لیا جدھر ماریا بارہ دری کے ستون کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی — سپیرا بھی بین بجاتے ہوئے حیران سا ہوا کہ سانپ نے کدھر دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ ادھر کیا ہے؟
سانپ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ماریا کے بالکل قریب آ کر رک گیا۔

نے کنڈلی مارلی اور اپنے سر کو ماریا کے سامنے جھکا دیا۔ ماریا مسکرائی مگر اس کی مسکراہٹ دیکھنے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لکشمی دیوی کا انتقام

سپیرا سانپ کو بڑی مشکل سے ہٹا کر واپس لایا۔

انگریز کرنل نے سپیرے سے کہا کہ اس کا سانپ زہریلا نہیں ہے۔ وہ انہیں دھوکا دینے کے لیے کوئی معمولی سانپ پکڑ کر لے آیا ہے۔

سپیرے نے کہا کہ نہیں صاحب، یہ بڑا زہریلا سانپ ہے۔ انگریز کرنل نے گردن اکڑا کر کہا:

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ اسے آزما کر دکھاؤ۔"

یہ بڑا مشکل کام تھا۔ سپیرا سانپ کے زہر کو کس پر آزما سکتا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا:

"صاحب، میں اسے کسی کو ڈسوا نہیں سکتا۔"

اتفاق سے ادھر ایک چھ سات سال کی بچی گزری جو شاہی محل کے مالی کی بیٹی تھی۔ انگریز کرنل نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو سانپ ڈسایا جائے۔ اسی وقت دو انگریز افسر بھاگ کر لڑکی کو پکڑ لائے۔ وہاں انہیں روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ انگریزوں نے قلعہ فتح کر لیا تھا۔ وہ فتح کے

غرور میں پاگل ہو رہے تھے۔

مالی کی بیٹی خوف کے مارے چیخنے لگی۔ اس کی چیخ و پکار سن کر اس کی ماں بھاگی بھاگی وہاں آئی۔ دیکھا کہ اس کی بیٹی کو دو گوروں نے پکڑ رکھا ہے اور سامنے ایک سانپ پھن اٹھا کر کھڑا ہے۔ وہ انگریز کرنل کے قدموں پر گر پڑی۔

"صاحب جی، میری بچی کو چھوڑ دیں۔"

انگریز کرنل نے بڑے غرور کے ساتھ بچی کی ماں کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا۔

"اسے گرفتار کر لو۔"

بچی کی ماں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ سپیرا پریشان ہو رہا تھا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے۔ وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے کیوں کہہ دیا کہ سانپ بڑا زہریلا ہے۔ انگریز کرنل نے پستول نکال لیا اور کہا:

"اس لڑکی کو سانپ ڈراؤ تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ سانپ زہریلا ہے کہ نہیں۔"

سپیرا خاموش ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ انگریز کرنل نے کہا:

"اگر تم نے ہمارا حکم نہ مانا تو ہم تمہیں گولی مار دے گا۔"

سپیرا گڑگڑا کر معافی مانگنے اور لڑکی کی جان بخشی کی درخواست کرنے لگا۔ بچی کی ماں روئے جا رہی تھی۔ گورا کرنل بڑا ظالم تھا۔ ماریا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے کرنل سے نفرت ہو گئی کہ یہ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قدر سنگدل ہے کہ ایک بچی کی جان لینے پر تل گیا ہے۔ سپیرے نے جب اپنی جان جاتی دیکھی تو بین بجاتا ہوا سانپ گورے کی لڑکی کی طرف بڑھا۔ سانپ نے لڑکی کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ گوروں نے لڑکی اور اس کی ماں کے منہ کپڑے سے باندھ دیے تھے تاکہ وہ شور نہ مچا سکیں۔

ماریا سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔ سانپ پہلے ہی اس کا غلام ہو چکا تھا۔ اس وقت بارہ دری میں سنگ دل کرنل سمیت چار گورے فوجی بیٹھے تھے۔ آس پاس محل کے باغ میں اور کوئی نہیں تھا۔ ماریا نے ایک نظر سانپ پر ڈالی۔ سپیرا سانپ کو آہستہ آہستہ لڑکی کی طرف لے جا رہا تھا کہ شاید گورے کرنل کے دل میں اب بھی رحم آ جائے اور وہ لڑکی کی جان بخشی کر دے۔ مگر کرنل تو گردن کو اکڑائے ہوئے آرام کرسی پر بیٹھا لڑکی کی موت کا منظر دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کی ماں کو غش آ رہا تھا۔ لڑکی بھی خوف کے مارے سانپ کو دیکھ کر کانپ رہی تھی۔ اس کے اور موت کے درمیان دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

اس وقت ماریا آگے بڑھی۔ اس نے سانپ کے پاس جا کر اسے بڑے پیار کے ساتھ گردن سے تھام کر اپنے ہاتھ پر اٹھا لیا۔ سانپ کو اچانک زمین سے چار فٹ اوپر اٹھتا دیکھ کر سپیرا اور گورے فوجی حیران رہ گئے۔

ماریا نے سانپ کو کرنل کی طرف اچھال دیا۔ سانپ بہت ہی

زہریلا تھا۔ عام طور پر سانپ آدمی کو دو بار ڈستا ہے۔ مگر یہ سانپ کئی انسانوں کو ایک ساتھ ہلاک کر سکتا تھا۔ سانپ پہلے ہی غصے میں تھا۔ گورے سنگدل کرنل پر گرتے ہی اس نے اس کی گردن پر ڈس دیا۔ وہاں سے چھلانگ لگا کر وہ دوسرے گورے پر گرا اور اسے بھی ڈس دیا۔ یہاں سے چھلانگ لگا کر وہ دوسرے گورے پر گرا اور اسے بھی ڈس دیا۔ یہاں سے چھلانگ لگائی تو باری باری پلک جھپکتے میں باقی دو گوروں کو بھی ڈس دیا۔

سانپ کے زہر نے فوراً ہی کام کیا اور چاروں فوجی کوئی آواز نکالے بغیر بارہ دری کے فرش پر گرے اور ایڑیاں رگڑنے لگے۔ سپیرے کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور سانپ اپنے آپ اس کے سامنے اڑ کر کیسے گوروں کے پاس چلا گیا۔ اسے یقین تھا کہ اب اسے بھی گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ لڑکی کی ماں نے جلدی سے اپنی بیٹی کو گلے لگایا اور اسے لے کر وہاں سے بھاگ گئی۔ سپیرا خوف سے سہما ہوا تھا۔ سانپ بارہ دری پر ماریا کے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھا پھن اٹھائے جھوم رہا تھا۔

ماریا نے سپیرے کے قریب آ کر کہا:

"بھاگ جاؤ، بھاگ جاؤ۔ تمہیں کسی نے نہیں دیکھا۔"

دہشت کے مارے سپیرے کی چیخ نکل گئی۔ ماریا نے اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے سر پر ہلکی سی چپت مار کر کہا:

"احمق کہیں کے، کیوں شور مچا کر اپنے لیے مشکل پیدا کر رہے ہو۔ میں کہتی ہوں یہاں سے سانپ لے کر بھاگ جاؤ۔ ابھی وقت ہے، بھاگو۔"

پیرا کانپتا ہوا اٹھا۔ سانپ کو پٹاری میں بند کیا اور وہاں سے ایسا بھاگا کہ پھر مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ماریا بھی شاہی محل کے باغ سے باہر آگئی۔

اس سے اگلے روز وہ قافلے کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوگئی۔

ادھر عنبر کا قافلہ دہلی پہنچ کر دریائے جمنا کے کنارے ایک کارواں سرائے میں اتر گیا۔ عنبر نے ناگ اور ماریا کو شہر میں تلاش کرنا تھا۔ وہ اُسی کارواں سرائے میں ٹھہر گیا تاکہ شاید آتے جاتے قافلے میں ناگ اور ماریا دکھائی دے جائے۔

اس سے پہلے وہ لالچی سنیاسی بھی جس نے ناگ کو سونے کے بُت میں بدل کر اپنے ساتھ رکھ لیا تھا اور گدڑی میں سونے کے ناگ کی وجہ سے حاصل کیے ہوئے جواہرات چھپائے ہوئے تھے، دہلی پہنچ چکا تھا۔ دہلی آتے ہی سنیاسی نے جواہرات ایک جوہری کو دکھائے۔ اور اس کے عوض ایک لاکھ روپے مانگے۔ جوہری بھی سنیاسی کی طرح لالچی اور فریبی تھا۔ اس نے جو دیکھا کہ ایک غریب پھٹے حالوں سنیاسی اتنے قیمتی جواہرات لیے پھر رہا ہے تو اس کی نیت خراب ہوگئی۔ اُس

نے سنیاسی کی بڑی آؤ بھگت کی اور ہاتھ جوڑ کر بڑی مکاری سے کہا:

"مہاراج، اتنے روپوں کا بندوبست میں اتنی جلدی نہیں کر سکتا۔ آپ آج رات میرے ہاں قیام کریں۔ کل صبح آپ کو کہیں سے ایک لاکھ روپے لا کر دے دوں گا۔"

سنیاسی نے سوچا، کہ چلو آج کی رات اس جوہری سے خدمت کرائی جائے۔ وہ راضی ہوگیا۔ جوہری کا مکان دہلی شہر سے باہر دریا کے شمالی گھاٹ پر تھا۔ سنیاسی کے لیے ایک کوٹھری میں خاص طور پر بستر بچھا دیا گیا۔ جوہری نے اسے خوب مزے دار کھانا کھلایا۔ دوسری طرف دہلی کے مشہور ٹھگوں کو بھی جا کر خبر کر دی اور ان کے ساتھ طے کر لیا کہ جواہرات آدھے آدھے بانٹ لیے جائیں گے۔ ٹھگوں کا سردار جس کا نام گنپت تھا، ہنس کر جوہری کی گنجی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"لالہ جی، کوئی فکر نہ کریں۔ آدھا مال تمہارا، آدھا مال ہمارا۔ ہم زبان کے بڑے پکے ہیں۔"

جوہری نے خوش ہو کر کہا:

"تو پھر آدھی رات کو میرے مکان پر آجانا۔"

سنیاسی نے [illegible] کھا لیا تھا۔ اُسے جلد ہی نیند آ گئی اور وہ بچھونے پر [illegible] گیا اور خراٹے لینے لگا۔ جوہری ٹھگ گنپت کی راہ دیکھ رہا تھا۔ جب رات آدھی گزر گئی تو ٹھگ گنپت منہ پر لال

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پکڑا بیٹھے آن موجود ہوا۔ گنپت ٹھگ جیسٹھ لال کو راستہ پر باندھ کر قتل کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کتنے ہی آدمیوں کو قتل کرکے لوٹ چکا تھا اور جیل توڑ کر بھاگا ہوا تھا۔

جوہری بڑا خوش ہوا۔ ٹھگ گنپت کہنے کے سنیاسی کی کوٹھڑی کے پاس آ گیا۔ اور اشارہ کرکے بتایا کہ شکار اندر سو رہا ہے۔ ٹھگ گنپت نے جیب سے رومال نکال کر اسے جھاڑا۔ پھر مروڑ کر کلائی کے گرد لپیٹا اور سنیاسی کی کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ لالچی سنیاسی خراٹے لے رہا تھا اور بے سدھ پڑا تھا۔ گنپت ٹھگ نے بڑے آرام سے اس کی گردن میں رومال ڈالا اور ایک ہی جھٹکے سے اس کی گردن کا منکا توڑ دیا۔ سنیاسی اسی وقت مر گیا۔ اتنے میں جوہری بھی پھدکتا ہوا، خوشی سے بغلیں بجاتا اندر آ گیا۔ اس نے سنیاسی کو مرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"شاباش، تم نے کمال کر دیا۔ اب اس کے جواہرات نکال لو۔ جواہرات اس نے کمر کے ساتھ باندھ رکھے ہیں۔"

گنپت ٹھگ نے سنیاسی کی لاش کی تلاشی لی۔ اس کی گدڑی سے جواہرات نکل آئے۔ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سونے کا سانپ کا بت بھی نکل آیا۔ گنپت اور جوہری نے حیران ہو کر دیئے کی روشنی میں سانپ کے بت کو دیکھا اور کہا:

"یہ تو سونے کا ناگ ہے۔"

جوہری نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ سانپ سونے کا بت ہے۔ یہ ناگ تھا جسے سنیاسی نے لکشمی دیوی کی چٹکی کے جادو سے سونے کے بت میں بدل دیا تھا۔

جوہری نے کہا:

"گنپت بھائی، جواہرات مجھے دے دو۔ اور۔۔۔ اور یہ سونے کا بت تم رکھ لو۔"

یہ جوہری کی مکاری تھی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جواہرات سونے کے ناگ سے بہت زیادہ قیمتی ہیں۔ گنپت بھی کوئی بچہ نہیں تھا۔ بڑا تجربہ کار اور مکار تھا۔ جوہری کی گنجی کھوپڑی پر ہلکی سی چپت مار کر بولا:

"تم دونوں ہی لے لو۔ جواہرات بھی اور سونے کا سانپ بھی۔ کیا خیال ہے، اب تو خوش ہو نا لالہ؟"

جوہری بہت خوش ہوا۔ پھولے ہوئے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر ہنسنے لگا۔

"نہیں گنپت بھائی، تم بھی کچھ رکھ لو۔ تھوڑے سے جواہرات ہی رکھ لو۔ ہی ہی ہی۔"

گنپت ٹھگ دل ہی دل رومال مروڑنے لگا۔ اب جوہری کی جان ہوا ہو گئی۔ جان گیا کہ گنپت ٹھگ کی نیت ٹھیک نہیں اور وہ سنیاسی کی طرح اسے بھی مارنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ جوہری لالچی اور فریبی تھا اور ایسے لوگ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بڑے بزدل ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہیں خدا کا خوف نہیں ہوتا اور جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا وہ بزدل ہو جاتا ہے اور دنیا کی ہر شے سے خوف کھانے لگتا ہے۔ فوراً گپنت ٹھگ کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔

"گپنت بھائی! تم سب کچھ رکھ لو۔ میری جان بخشی کر دو۔ مجھے نہ مارو۔"

گپنت اسے بھلا کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ وہ تو گواہ بن گیا تھا اور گپنت ٹھگ کوئی گواہ زندہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس نے جھک کر قدموں پر گرے ہوئے جوہری کی گردن میں رومال کو ڈالا اور بجلی کی تیزی کے ساتھ ایک ایسا جھٹکا دیا کہ جوہری کی گردن لٹک گئی۔ گپنت ٹھگ نے جوہری کی لاش بھی سنیاسی کی لاش پر ڈالی اور جواہرات کی پوٹلی اور سونے کا سانپ لے کر وہاں سے نکل آیا۔ رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ گھاٹ پر سناٹا تھا۔ ایک چھوٹی کشتی گھاٹ کے ایک طرف کھڑی تھی۔ گپنت ٹھگ اس پر بیٹھا اور چپو چلاتا ہوا دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔

دریا پار گپنت ٹھگ ایک پرانے مندر کے پاس بستی میں رہتا تھا۔ یہاں وہ ایک دوست کے گھر چھپا ہوا تھا اور وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ اب جو اسے دولت ملی تو اپنے دوست کو جاتے ہی جگایا اور کہا:

"یار! میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ابھی رات کے اندھیرے میں ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔ بادشاہ کے سپاہی میری کھوج میں ہیں۔ دہلی میں رہنا اب میرے لیے ٹھیک نہیں ہے۔"

اس کے دوست نے کہا:

"جیسے تمہاری مرضی گپنت۔ میں تمہیں کیسے روک سکتا ہوں۔ بھگوان تمہاری رکھشا کرے۔"

اور گپنت ٹھگ راتوں رات دہلی سے نکل کر اودھ کے جنگلوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اودھ کے جنگلوں میں سے گزر کر۔ ہندوستان کی سرحد عبور کر کے تبت کی طرف چلا جائے گا اور وہاں سے چین کی طرف نکل جائے گا اور باقی زندگی چین میں ایک محل خرید کر عیش و آرام سے بسر کرے گا۔ لیکن تقدیر اس پر ہنس رہی تھی۔ ویسے بھی دھوکے اور ڈاکے سے کمائی ہوئی دولت میں کبھی برکت نہیں ہوتی اور ایسی دولت ہمیشہ انسان کی جان لے کر اسے تباہ کر کے چھوڑتی ہے۔ یہی کچھ گپنت ٹھگ کے ساتھ بھی ہوا۔

راتوں رات گپنت ٹھگ دہلی سے چل کر کافی دور نکل گیا۔ دن چڑھا تو وہ ایک بستی میں آ گیا۔ جہاں سے ایک قافلہ اودھ صوبے کے شمال کی طرف جانے والا تھا۔ گپنت اس قافلے میں شامل ہو گیا۔ دو دن کے سفر کے بعد نیپال کی سرحد پر گپنت قافلے سے الگ ہو کر نیپال کے سرحدی جنگل میں داخل ہو گیا تاکہ اس جنگل سے گزر کر وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نیپال کے بڑے شہر کھٹمنڈو پہنچ کر جواہرات اور سونے کے ناگ کو وہاں بیچ دے اور ساری دولت جمع کر کے وہاں سے ملک چین کی طرف روانہ ہو جائے۔

یہ جنگل پہاڑی گھاٹیوں کے درمیان میں تھا اور بڑا گھنا تھا۔ یہاں سے وہ کوہ ہمالیہ کے سلسلے میں داخل ہوتا تھا۔ آج سے تین سو برس پہلے بھی یہ جنگل شیروں ہاتھیوں اور دوسرے خونخوار درندوں سے بھرے ہوئے تھے۔

گنپت ٹھگ بڑا ہوشیار آدمی تھا۔ اس کے پاس ایک تلوار اور خنجر بھی تھا۔ وہ ان جنگلوں میں ایک بار پہلے بھی سفر کر چکا تھا۔ دن کو وہ جنگل میں سفر کرتا اور رات کو کسی درخت پر چڑھ کر سو رہتا۔ جنگل میں سفر کرتے اسے دو دن ہو گئے تھے کہ ایک شام وہ آرام کرنے کے لیے کسی درخت کی تلاش میں تھا کہ اچانک اس کی نظر درختوں میں ایک چھوٹے سے مندر پر پڑی جو پہاڑی ڈھلان پر بنا ہوا تھا۔ اس کا ایک ہی مینار تھا اور اس کے اوپر زرد رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ پہاڑوں پر شام کے سائے بڑھ رہے تھے۔ اندھیرا ہو رہا تھا۔ گنپت نے سوچا کہ کیوں نہ درخت کے بجائے اس مندر میں رات بسر کی جائے۔ درختوں پر پہلے ہی دو زہریلے سانپ مار چکا چکا تھا۔ جواہرات کی پوٹلی اور سونے کا ناگ اس نے اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔

وہ مندر کی سیڑھی چڑھ کر اندر آ گیا۔ اس مندر میں صرف ایک ہی کمرہ تھا جس کی چھت زیادہ اونچی نہیں تھی اور دیوار میں لکشمی دیوی کا بت بنا ہوا تھا۔ یہ مندر مسافروں کے لیے تھا اور کبھی کبھار ہی کوئی ادھر سے گزرتا ہوا مسافر یہاں آ کر پوجا وغیرہ کرتا تھا۔

گنپت کو رات بسر کرنے کے لیے یہ جگہ بہت پسند آئی۔ اس نے لکشمی دیوی کے بت کے آگے پوجا کی اور زمین صاف کر کے کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔

جنگل میں دن بھر سفر کرنے کے بعد وہ بہت تھک گیا تھا۔ اسے لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ جب رات گہری ہو گئی اور پہاڑوں پر چاروں طرف گہرا اندھیرا چھا گیا تو جنگل میں چھپتے چھپاتے دو ڈاکو بھی ادھر آ نکلے۔ انہیں بھی رات بسر کرنے کے لیے کسی ٹھکانے کی تلاش تھی انہوں نے جو ایک مندر دیکھا تو اس میں آ گئے۔ آگے گنپت سویا ہوا تھا۔

ڈاکوؤں نے اُسے جگایا اور پوچھا کہ وہ کون ہے؟

گنپت ان کے بولنے کے انداز سے سمجھ گیا کہ یہ ڈاکو ہیں اور اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ جواب دینے کے بجائے اس نے سرہانے کے نیچے سے تلوار نکالی اور حملہ کر دیا۔ یہ اس کی بھول تھی۔ مگر اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے پاس دولت تھی اور اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ اس کی دولت نہ چھین لیں۔

ڈاکوؤں نے بھی مقابلہ شروع کر دیا۔ تلواریں چلنے لگیں لیکن ایک آدمی دو تجربہ کار ڈاکوؤں کا بھلا کب تک مقابلہ کر سکتا تھا اور پھر گپت کو تلوار چلانے کی عادت بھی نہیں تھی۔۔۔ اس نے تو آج تک لوگوں کو رومال کے جھٹکے سے ہی ہلاک کیا تھا۔ آج اس کی باری آگئی تھی۔ سچ ہے انسان کو اس کے برے اور اچھے کاموں کا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ اس لیے انسان کو ہمیشہ نیک کام کرنے چاہئیں تاکہ اس کو نیک بدلہ ملے۔

ڈاکوؤں نے بہت جلد گپت کو قابو میں کر لیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔۔۔ اس کے بعد انہوں نے گپت کی تلاشی لی تو سونے کا سانپ اور جواہرات دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔۔۔ انہیں بیٹھے بٹھائے اتنی دولت مل گئی تھی آخر برے لوگ تھے۔ ہمیشہ ڈاکے ڈالتے اور لوگوں کو قتل کرتے پھرتے تھے۔۔۔ بھلا ان کے دل میں ایک دوسرے کے لیے بھلائی کا خیال کیسے آ سکتا تھا۔۔۔ دونوں کی نیتیں خراب ہو گئیں۔۔۔ ہر ایک اپنے دل میں سوچنے لگا کہ کسی طرح میں دوسرے کو قتل کر کے اکیلا ہی ساری دولت کا مالک بن جاؤں۔۔۔

اب دونوں رات بسر کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ مگر دونوں میں سے

کسی کو بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔ ہر ایک چوری آنکھ سے دوسرے کو دیکھ رہا تھا اور موقع کی تلاش میں تھا کہ ذرا اس کی آنکھ لگے اور میں تلوار کا وار کر کے اس کا کام تمام کر دوں۔

جب رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تو ایک ڈاکو کو بدقسمتی سے اونگھ آ گئی۔۔۔ جوں ہی اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور سر ایک طرف کو ڈھلکا، دوسرے نے بڑی پھرتی سے تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اونگھنے والا ڈاکو دو ٹکڑے ہو کر تڑپنے لگا۔ پہلا ڈاکو بڑا خوش ہوا۔ اس نے دونوں لاشوں کو اٹھا کر مندر کی سیڑھیوں سے نیچے گہری کھائی میں پھینک دیا۔ جواہرات اور سونے کے سانپ کی پوٹلی اپنی کمر کے ساتھ باندھی اور مزے سے سو گیا۔

نیپال کے پہاڑی جنگلوں میں رات کا آخری پہر گزر رہا تھا۔ ڈاکو بے سدھ پڑا سو رہا تھا کہ لکشمی دیوی کے بت کے پانچوں ہاتھوں میں سے اس ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی جس ہاتھ میں اس نے تلوار سنبھال رکھی تھی۔۔۔ یہ ہاتھ آہستہ آہستہ بلند ہو کر ڈاکو کی طرف آیا۔ ڈاکو خوف زدہ ہو گیا۔۔۔ لکشمی کے بت کا ہاتھ اس کے اوپر آ کر رک گیا۔۔۔ تلوار کی نوک کا رخ ڈاکو کے پیٹ کے بالکل اوپر تھا۔ یکایک ہاتھ زور سے نیچے آیا اور تلوار ڈاکو کے پیٹ میں گھس کر نکلتی ہوئی نیچے زمین میں آدھی دھنس گئی۔

ڈاکو کی چیخ مندر سے نکل کر رات کی خاموشی میں جنگل میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھیل کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی — ڈاکو کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی — لکشمی کے بُت کی تلوار والا ہاتھ آہستہ آہستہ حرکت کرتا واپس اپنی جگہ پر آکر دوبارہ پتھر بن گیا لیکن اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا۔ رات گزر گئی — دن نکل آیا — مندر کے فرش پر ڈاکو کی لاش پر چیونٹیاں چڑھ چکی تھیں۔

لکشمی کا بُت خاموش تھا —

پھر ایسا ہوا کہ جنگل سے گزرتے ہوئے ایک سادھو اُدھر آ گیا — اُس نے مندر میں لاش دیکھی تو کھڑا ہو کر غور کرنے لگا۔ پھر اس کی تلاشی لی — پوٹلی نکال کر کھولی — اس کے اندر جواہرات چمک رہے تھے اور ایک سونے کا چھوٹا سانپ تھا — سادھو نے سارے جواہرات گہری گھاٹی میں ادھر ادھر پھینک دیے تاکہ کوئی انسان انہیں پھر تلاش کر کے کسی دوسرے انسان کا خون نہ بہا سکے۔ سونے کے سانپ کو اس نے اپنے جھولے میں ڈالا اور کھٹمنڈو شہر کی طرف روانہ ہوگیا — یہ سادھو نیپال کے سب سے بڑے شہر کھٹمنڈو کے باہر ایک پہاڑی بستی میں رہ کر خدا کی عبادت کرتا تھا۔ اپنی بستی میں آکر اس نے سونے کے سانپ کو ایک صندوق میں رکھ دیا — اس کا خیال تھا کہ وہ اس سونے کے سانپ کو تبت کے لاما کی خدمت میں پیش کرے گا۔ کیوں کہ تبت کے لاما سانپوں

سے پیار کرتے تھے —

لیکن سادھو کے ایک بھکشو نے سونے کے سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ اُس کی نیت اسی وقت بدل گئی تھی — جب رات ہوگئی اور سادھو خدا کی عبادت کرنے کے لیے بستی سے نکل کر ایک چھوٹی سی چٹان پر چلا گیا تو بھکشو اپنی کوٹھڑی سے نکل کر سادھو کی کوٹھڑی میں آ گیا — اُس نے صندوق کھولا — سونے کا سانپ نکالا — اسے لپیٹ کر اپنے جھولے میں ڈالا — کوٹھڑی سے باہر آیا اور رات کے اندھیرے میں تبت کے شہر لاسہ کی طرف روانہ ہوگیا —

ساری رات وہ جنگلی راستوں پر چلتا رہا — صبح کے قریب وہ ایک گاؤں کے پاس آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے جھولے میں سے باسی چاول نکال کر کھائے — چشمے کا پانی پیا اور سونے کے سانپ کو غور سے دیکھا — وہ بڑا خوش تھا — کیونکہ سونے کا سانپ دے کر وہ تبت کے لاما سے کم از کم ایک لاکھ روپیہ حاصل کر سکتا تھا

بھکشو نے کسی کے قدموں کی آہٹ سُنی۔ اس نے جلدی سے سونے کا سانپ جھولے میں چھپا لیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایک لکڑہارا اسے سلام کرتا اس کے قریب سے ہو کر گزر گیا۔ بھکشو نے چین کا سانس لیا اور وہاں سے اٹھ کر بستی میں آ گیا — یہاں اس نے تبت کے شہر لاسہ کا راستہ دریافت کیا اور دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہوگیا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سارا دن وہ پہاڑی جنگلی راستوں پر سفر کرتا رہا۔ جب دن ڈوب گیا اور اندھیرا چھانے لگا تو اُسے رات بسر کرنے کی فکر ہوئی۔ ایک جگہ اُسے چشمے کے کنارے چٹان پر بنی ہوئی جھونپڑی دکھائی دی۔ جلکشو جھونپڑی میں آگیا ۔۔ وہ بالکل خالی اور ویران پڑی تھی ۔ کونے میں اندر ایک پتھر کا شوجی کا بُت پڑا تھا۔ جلکشو نے سوچا کہ یہ جگہ آرام کرنے کے لیے بڑی اچھی ہے ۔۔ اس نے جھولے میں سے چاول نکال کر کھائے۔ چشمے پر آکر پانی پیا اور جھونپڑی میں آکر لیٹ گیا۔

جنگل میں رات ایسی سنسان تھی جیسے قبر کی رات ہو۔ ایسی خاموشی جلکشو نے پہلے کبھی اپنے جنگل میں بھی نہیں محسوس کی تھی۔ اس خاموشی کی وجہ سے اُسے نیند نہیں آرہی تھی ۔۔ اسے الجھن سی ہو رہی تھی ۔۔ وہ اُٹھ کر جھونپڑی سے باہر آگیا ۔۔ دُور مشرق میں برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں کے اوپر چاند نکل رہا تھا۔ اس کی روشنی پہاڑی ڈھلانوں پر آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ جلکشو کو یوں لگا جیسے خالی جھونپڑی کے اندر سے کسی نے اُسے آہستہ سے آواز دی ہو۔ وہ ایک دم سے چونکا ۔ جھونپڑی تو خالی تھی، پھر اندر سے آواز کس نے دی ہے ۔۔ وہ جھونپڑی کے اندر ڈرتے ڈرتے آیا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا ۔۔ جلکشو ہنس دیا ۔ یہ تو اس کا وہم تھا۔ اُسے بہادری سے کام لینا چاہیے، ہمت سے کام لینا چاہیے ۔ ابھی اُسے بہت دُور تک جانا ہے اور بڑی زیادہ دولت حاصل کرنی ہے۔ اگر

تھا۔ شوجی کے بُت نے ترشول زور سے جلکشو کی طرف پھینکا جو سیدھا اس کے سینے میں آکر لگا اور جلکشو خون میں ڈوب کر نیچے سیڑھیوں پر سے لڑھکتا ہوا گھاٹی میں جا پڑا ۔۔ وہ مر چکا تھا ۔ شوجی کا بُت غائب ہو گیا تھا اور پھر یوں ہوا کہ مُردہ جلکشو کے جھولے میں سے سونے کا سانپ اچھل کر باہر پتھروں کے درمیان آن گرا۔

پھر وہاں شوجی کا بُت نمودار ہوا ۔ اس نے سانپ کو اُٹھا کر اپنے سر پر رکھا اور سیڑھیاں چڑھ کر جھونپڑی کے اندر آکر اسی طرح دوبارا پتھر کا بُت بن کر بیٹھ گیا ۔

- سونے کا ناگ پھر کس کے پاس گیا؟
- کیا ناگ دوبارا زندہ ہوا؟
- ماریا کے ساتھ دہلی آکر کیا بیتی؟
- عنبر نے ماریا کو کیسے تلاش کیا؟

ان سوالوں کا جواب آپ کو عنبر، ناگ، ماریا کی اگلی قسط نمبر ۱۷ جادوئی ترشول میں ملے گا ۔۔ آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کیجیے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ راستے میں ہی ڈر گیا تو اپنی منزل تک کیسے پہنچ سکے گا:

بھکشو نے سوچا کہ اسے سو جانا چاہیے کہ کسی طرح یہ دہشت ناک رات تو کٹے۔ وہ جھونپڑی کی دیوار سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جھونپڑی کا دروازہ کھلا تھا اور چاند کی پھیکی پھیکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ بھکشو کو وہی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ کسی نے اس کا نام لے کر اُسے پکارا تھا۔ بھکشو بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کون ہے؟ اس کے منہ سے نکل گیا، مگر وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ جھونپڑی سنسان پڑی تھی۔ وہ باہر نکل آیا۔ دُور تک پہاڑی ڈھلانوں پر چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور گہری خاموشی چھائی تھی۔

بھکشو کو خیال آیا کہ کہیں یہ جگہ آسیب زدہ تو نہیں ہے کہ آدھی رات کو یہاں چڑیلیں بھٹکتی پھرتی ہوں، کیونکہ چڑیلیں ہی نام لے کر پیچھے سے آواز دیا کرتی ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کوئی چڑیل نام لے کر آواز دے تو پیچھے مڑ کر ہرگز ہرگز نہیں دیکھنا چاہیے۔ بھکشو نے فیصلہ کیا کہ اسے وہاں سے آگے چلے جانا چاہیے۔ وہ جھونپڑی کی سیڑھی اتر ہی رہا تھا کہ جھونپڑی میں سے پھر وہی آواز آئی۔ اپنے آپ اس نے منہ اوپر اٹھا کر دیکھا تو جھونپڑی کے دروازے میں شوجی کا کالا بُت انسانی شکل میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ترشول تھا۔ بھکشو وہیں پتھر بن گیا۔ خوف سے اس کے بدن کا خون جم گیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قدم قدم حیرانی

ہر موڑ پہ نئی کہانی!

عمران ریحان ایڈونچر

"موت کے تعاقب کی واپسی" کے مشہور مصنف اے حمید کا ایک نیا سلسلہ

درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

۱	لنڈی کوتل کا بھوت	-/۵	۲	مفرور قیدی	-/۵
۳	ہینڈز اپ	-/۵	۴	ہیروں کے چور	-/۵
۵	شاہی تاج کی چوری	-/۵	۶	خونی راز	-/۵
۷	آدھی رات کو فرار	-/۵	۸	خفیہ ڈائری کی تلاش	-/۵

شائع ہونے والی کتب:

۹	جب ہمیں عمر قید ہوئی	-/۵	۱۰	بند کمرے کا راز	-/۵
۱۱	پیرس کا جاسوس	-/۵	۱۲	لیلا، سکالا اور حبشی دادا	-/۵
۱۳	کے۔جی۔بی کے جاسوس	-/۵	۱۴	موت کی چٹانیں	-/۵
۱۵	بارود کی موت	-/۵	۱۶	سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو	-/۵

نیا مکتبہ اقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور